

## تفسير

**منظر اول**

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب  
مشرق و مشرق الاسلام پیر الوداد حضرت باجی راجا صاحب  
شاہ احمد شاہ صاحب

پانی شیعہ الحدیث جامعہ نظریہ سافید پال دہلی

## پارہ نمبر 19

[www.jamiafaridia.org.pk](http://www.jamiafaridia.org.pk) , 040-4466985, 040-4460985

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 19)  
 مصنف \_\_\_\_\_ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب  
 کمپوزنگ \_\_\_\_\_ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال  
 معاون کمپوزنگ \_\_\_\_\_ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال  
 پروف ریڈنگ \_\_\_\_\_ حافظ محمد سجاد فریدی، مدرس جامعہ فریدیہ  
 طباعت \_\_\_\_\_ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک  
 ساہیوال فون 040-4221485  
 تاریخ طباعت \_\_\_\_\_ مارچ 2012ء  
 ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال  
 فون: 040-4466685, 4466985

## فہرست مضامین (پارہ نمبر 19)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	کفار نے کہا کہ نبی کی تصدیق کیلئے فرشتے کیوں نہ نازل ہوئے	۲۵	۲۱	۳۵
۲	کفار فرشتوں کو تو موت کے وقت ہی دیکھ سکیں گے	۲۵	۲۲	۳۵
۳	کفار کے اعمال فضا میں بکھرے ہوئے ذرات کی طرح ہونگے	۲۵	۲۳	۳۵
۴	قیامت کے دن مومنوں کا ٹھکانہ جنت ہوگی	۲۵	۲۴	۳۵
۵	قیامت کے دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائے گا	۲۵	۲۵	۳۷
۶	اُس دن برحق حکومت صرف رحمان کی ہوگی	۲۵	۲۶	۳۷
۷	کفار کہیں گے کاش ہم نے رسول کی پیروی کی ہوتی	۲۵	۲۷	۳۷
۸	اور کہیں گے کاش ہم نے مشرکوں کو دوست نہ بنایا ہوتا	۲۵	۲۸	۳۷
۹	بیشک شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے	۲۵	۲۹	۳۷
۱۰	حضور ﷺ عرض کریں گے یا اللہ کفار نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا	۲۵	۳۰	۳۹
۱۱	ہر نبی کے دشمن ہوتے تھے مگر اللہ انبیاء کی مدد فرماتا ہے	۲۵	۳۱	۳۹
۱۲	کفار کا قرآن کے نزول کے طریقہ کار پر بے ڈھنگ اعتراض	۲۵	۳۲	۳۹
۱۳	اللہ تعالیٰ انکی باتوں کے جوابات بڑی عمدگی سے بیان فرماتا ہے	۲۵	۳۳	۳۹
۱۴	کفار کو چہروں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا	۲۵	۳۴	۳۹
۱۵	اللہ نے سیدنا موسیٰ کو کتاب دی اور سیدنا ہارون کو اُنکا وزیر بنایا	۲۵	۳۵	۴۱
۱۶	سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو کفار تک حق بات پہنچانے کا حکم	۲۵	۳۶	۴۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	قوم نوح کی تباہی و بربادی کا تذکرہ	۲۵	۳۷	۴۱
۱۸	قوم عاد و ثمود اور بہت سی قوموں کے عذاب کا ذکر	۲۵	۳۸	۴۱
۱۹	اللہ تعالیٰ نے سب نافرمان قوموں کو برباد کر دیا	۲۵	۳۹	۴۱
۲۰	کفار مکہ کو تباہ شدہ بستیوں سے عبرت حاصل کرنے کا حکم	۲۵	۴۰	۴۳
۲۱	کفار مکہ حضور ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں	۲۵	۴۱	۴۳
۲۲	وہ عذاب دیکھ کر جان لیں گے کہ کون سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہے	۲۵	۴۲	۴۳
۲۳	کچھ لوگ اپنی نفسانی خواہشات کو معبود بنا لیتے ہیں	۲۵	۴۳	۴۵
۲۴	ایسے لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں	۲۵	۴۴	۴۵
۲۵	سایہ کا ہونا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور کمال قدرت ہے	۲۵	۴۵	۴۵
۲۶	جیسے جیسے سورج بلند ہوتا ہے سایہ بھی سمٹ جاتا ہے	۲۵	۴۶	۴۵
۲۷	اللہ تعالیٰ نے ہی ہمارے لئے دن اور رات جیسی نعمتیں پیدا کیں	۲۵	۴۷	۴۷
۲۸	ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجنے والا بھی وہی اللہ ہے	۲۵	۴۸	۴۷
۲۹	بارش کا پانی بہت سی مخلوق کے پینے کے کام بھی آتا ہے	۲۵	۴۹	۴۷
۳۰	اللہ تعالیٰ بارش کو لوگوں کے درمیان بانٹتا رہتا ہے	۲۵	۵۰	۴۷
۳۱	اگر اللہ چاہتا تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتا	۲۵	۵۱	۴۹
۳۲	اے مومنو! کافروں کی پیروی نہ کرو اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو	۲۵	۵۲	۴۹
۳۳	اللہ کی شان کہ اُس نے میٹھے اور کھاری دریا کو یکجا کیا ہوا ہے	۲۵	۵۳	۴۹
۳۴	اللہ نے انسان کو پانی کی بوند سے پیدا فرمایا	۲۵	۵۴	۴۹



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	کفار اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں	۲۵	۵۵	۴۹
۳۶	محبوب! ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرائیو والا بنا کر بھیجا	۲۵	۵۶	۵۱
۳۷	محبوب! آپ کہئے میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا	۲۵	۵۷	۵۱
۳۸	محبوب! آپ اس اللہ پر توکل کیجئے جو ہمیشہ زندہ رہے گا	۲۵	۵۸	۵۱
۳۹	اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا	۲۵	۵۹	۵۱
۴۰	کفار نے اللہ کو یہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ رحمان کون ہے؟	۲۵	۶۰	۵۳
۴۱	اللہ کی ذات وہ ہے جس نے آسمان میں سورج اور چاند بنائے	۲۵	۶۱	۵۳
۴۲	اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے بنایا	۲۵	۶۲	۵۳
۴۳	رحمان کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں	۲۵	۶۳	۵۵
۴۴	اور جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں	۲۵	۶۴	۵۵
۴۵	اور جو اللہ سے دوزخ سے بچنے کی دعائیں کرتے ہیں	۲۵	۶۵	۵۵
۴۶	بیشک دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بری جگہ ہے	۲۵	۶۶	۵۵
۴۷	اور جو میانہ روی سے خرچ کرتے ہیں وہی اللہ کے بندے ہیں	۲۵	۶۷	۵۵
۴۸	اللہ کے بندے ناحق قتل اور زنا سے بچتے ہیں	۲۵	۶۸	۵۷
۴۹	زنا کے مرتکب افراد کو قیامت کے دن دگنا عذاب ملے گا	۲۵	۶۹	۵۷
۵۰	مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور عمل صالح کئے	۲۵	۷۰	۵۷
۵۱	اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا	۲۵	۷۰	۵۷
۵۲	جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا	۲۵	۷۱	۵۸

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	وہی اللہ کے بندے ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے	۲۵	۷۲	۵۸
۵۴	وہ اللہ کی آیات پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے	۲۵	۷۳	۵۸
۵۵	اور وہ اللہ سے اہل خانہ کی طرف سے خیر کی دعائیں کرتے ہیں	۲۵	۷۴	۵۸
۵۶	یہی لوگ ہیں جنہیں جنت کے اندر بالا خانہ ملے گا	۲۵	۷۵	۶۰
۵۷	اس میں ہمیشہ رہیں گے جو بہت عمدہ ٹھکانا ہے	۲۵	۷۶	۶۰
۵۸	محبوب فرمادیجئے! اگر تم اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو اسے کوئی پرواہ نہیں	۲۵	۷۷	۶۰
۵۹	<b>سورة الشعراء</b>	۲۶		۶۲
۶۰	طاسین میم (حروف مقطعات)	۲۶	۱	۶۳
۶۱	یہ روشن کتاب کی آیات ہیں	۲۶	۲	۶۳
۶۲	محبوب! آپ یہ فکر نہ کیا کریں کہ وہ ایمان نہیں لاتے	۲۶	۳	۶۳
۶۳	اگر اللہ چاہتا تو آسمان سے کوئی نشانی نازل فرما دیتا	۲۶	۴	۶۳
۶۴	جب بھی ان کے پاس نئی نصیحت آتی ہے وہ اعراض کرتے ہیں	۲۶	۵	۶۳
۶۵	عنقریب انکے پاس اللہ کی طرف سے خبریں آجائیں گی	۲۶	۶	۶۳
۶۶	کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین میں کتنی قسم کے پودے لگائے؟	۲۶	۷	۶۵
۶۷	پھر بھی اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں	۲۶	۸	۶۵
۶۸	بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب اور رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۹	۶۵
۶۹	موسیٰؑ کو ظالم قوم کے پاس جانے کا حکم	۲۶	۱۰	۶۶
۷۰	جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں؟	۲۶	۱۱	۶۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب مجھے ڈر ہے وہ مجھے جھٹلائیں گے	۲۶	۱۲	۶۶
۷۲	سیدنا موسیٰؑ نے سیدنا ہارونؑ کو ساتھ لیجا نے کیلئے عرض کی	۲۶	۱۳	۶۶
۷۳	سیدنا موسیٰؑ نے عرض کی یا اللہ مجھے ڈر ہے وہ مجھ قتل نہ کر دیں	۲۶	۱۴	۶۷
۷۴	اللہ نے فرمایا تم دونوں جاؤ، بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں	۲۶	۱۵	۶۷
۷۵	فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں	۲۶	۱۶	۶۸
۷۶	سیدنا موسیٰؑ نے عرض کی یا اللہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے	۲۶	۱۷	۶۸
۷۷	فرعون نے کہا، اے موسیٰؑ تو وہی ہے جسے ہم نے پالا	۲۶	۱۸	۶۸
۷۸	(فرعون نے کہا) اے موسیٰؑ تم نے ہمارا آدمی قتل کیا تھا	۲۶	۱۹	۶۸
۷۹	سیدنا موسیٰؑ نے فرمایا مجھ سے یہ کام اُن جانے میں ہو گیا تھا	۲۶	۲۰	۶۸
۸۰	سیدنا موسیٰؑ کا فرعون کے گھر سے جانے اور رسول بننے کا ذکر	۲۶	۲۱	۷۰
۸۱	فرعون نے کہا رب العالمین کی کیا تعریف ہے؟	۲۶	۲۳	۷۰
۸۲	موسیٰؑ نے کہا وہ آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے	۲۶	۲۴	۷۰
۸۳	فرعون نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا تم غور سے سن رہے ہو؟	۲۶	۲۵	۷۰
۸۴	آپؑ نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے	۲۶	۲۶	۷۰
۸۵	فرعون نے کہا اے لوگو! یہ رسول تو ضرور مجنون ہے	۲۶	۲۷	۷۰
۸۶	سیدنا موسیٰؑ نے پھر فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے	۲۶	۲۸	۷۲
۸۷	فرعون نے دھمکی دی کہ اگر کسی اور کو رب بنایا تو قید کر لئے جاؤ گے	۲۶	۲۹	۷۲
۸۸	آپؑ نے فرمایا خواہ میں تمہارے پاس واضح دلیل بھی لے آؤں؟	۲۶	۳۰	۷۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو وہ دلیل لے آؤ	۲۶	۳۱	۷۲
۹۰	سیدنا موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ اسی وقت اڑدھا بن گیا	۲۶	۳۲	۷۲
۹۱	اپنا ہاتھ نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کیلئے چمکتا ہوا بن گیا	۲۶	۳۳	۷۲
۹۲	فرعون نے کہا یہ تو واقعاً جادوگر ہے	۲۶	۳۴	۷۴
۹۳	اور کہا یہ (رسول) چاہتا ہے کہ تمہیں ملک سے نکال دے	۲۶	۳۵	۷۴
۹۴	فرعونیوں نے کہا انہیں مہلت دو اور مقابلے کیلئے ماہر جادوگر بلاؤ	۲۶	۳۶	۷۴
۹۵	فرعونیوں نے مشورہ دیا کہ دوسرے شہروں سے جادوگر بلوائیں	۲۶	۳۷	۷۴
۹۶	ایک مقررہ وقت پر تمام جادوگر اکٹھے کر لیے گئے	۲۶	۳۸	۷۴
۹۷	لوگوں کو جادوگروں کا مقابلہ دیکھنے کی دعوت	۲۶	۳۹	۷۴
۹۸	فرعون نے کہا اگر وہ جادوگر غالب آگئے تو ہم انکے دین کی پیروی کریں گے	۲۶	۴۰	۷۴
۹۹	جادوگروں نے فرعون سے کہا اگر ہم جیت گئے تو انعام کیا ہوگا؟	۲۶	۴۱	۷۵
۱۰۰	فرعون نے کہا تم میرے مقررین سے ہو گے	۲۶	۴۲	۷۵
۱۰۱	سیدنا موسیٰؑ نے اُن کو پہلے جادو دکھانے کے لئے کہا	۲۶	۴۳	۷۵
۱۰۲	جادوگروں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں	۲۶	۴۴	۷۵
۱۰۳	سیدنا موسیٰؑ علیہ السلام نے بعد میں اپنا عصا مبارک ڈالا	۲۶	۴۵	۷۷
۱۰۴	عصا مبارک کا معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر سجدے میں گر گئے	۲۶	۴۶	۷۷
۱۰۵	انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے	۲۶	۴۷	۷۷
۱۰۶	جو موسیٰؑ و ہارونؑ (علیہما السلام) کا رب ہے	۲۶	۴۸	۷۷



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	جادوگروں کے ایمان لانے پر فرعون کا اظہارِ برہمی	۲۶	۴۹	۷۸
۱۰۸	فرعون کی نو مسلم جادوگروں کو سنسنی خیز دھمکیاں	۲۶	۴۹	۷۸
۱۰۹	فرعون کی دھمکیوں کے مقابلہ میں نو مسلموں کی ثابت قدمی	۲۶	۵۰	۷۸
۱۱۰	اُن کی اللہ سے گناہوں کی معافی کی اُمید	۲۶	۵۱	۷۸
۱۱۱	سیدنا موسیٰؑ کو ساتھیوں سمیت راتوں رات ہجرت کا حکم	۲۶	۵۲	۸۰
۱۱۲	فرعون نے دوسرے شہروں میں اپنے ہر کارے بھیج دیئے	۲۶	۵۳	۸۰
۱۱۳	کہ یہ جماعت بنی اسرائیل تو بہت تھوڑی جماعت ہے	۲۶	۵۴	۸۰
۱۱۴	فرعون نے کہا یہ تو ہم کو غصہ دلانے والے ہیں	۲۶	۵۵	۸۰
۱۱۵	اور کہا ہم تو چوکس اور محتاط ہیں	۲۶	۵۶	۸۰
۱۱۶	اللہ نے فرعونوں کو اُنکے باغوں اور چشموں سے نکال دیا	۲۶	۵۷	۸۰
۱۱۷	اُنکے خزانوں اور مسکنوں سے بھی نکال دیا	۲۶	۵۸	۸۰
۱۱۸	ان سب کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا	۲۶	۵۹	۸۰
۱۱۹	دن کے روشن ہوتے ہی فرعونوں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا	۲۶	۶۰	۸۱
۱۲۰	فرعونوں کو دیکھ کر اصحاب موسیٰؑ گھبرا گئے	۲۶	۶۱	۸۱
۱۲۱	سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے	۲۶	۶۲	۸۱
۱۲۲	اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کو دریا میں عصا مارنے کا حکم دیا	۲۶	۶۳	۸۱
۱۲۳	اور فرعونی اس جگہ کے قریب آ گئے	۲۶	۶۴	۸۱
۱۲۴	سیدنا موسیٰؑ اور اُن کے تمام ساتھیوں کو اللہ نے نجات دی	۲۶	۶۵	۸۳

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵	جبکہ فرعون اور اُس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا	۲۶	۶۶	۸۳
۱۲۶	بے شک اس اللہ کی ضرورت نشانی ہے	۲۶	۶۷	۸۳
۱۲۷	بے شک اللہ ہی بہت غالب اور رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۶۸	۸۳
۱۲۸	اے محبوب! انہیں ابراہیمؑ کی خبریں بھی بتائیں	۲۶	۶۹	۸۴
۱۲۹	سیدنا ابراہیمؑ نے قوم سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟	۲۶	۷۰	۸۴
۱۳۰	انہوں نے کہا ہم تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں	۲۶	۷۱	۸۴
۱۳۱	آپ نے فرمایا کیا یہ بت تمہاری فریاد سنتے ہیں؟	۲۶	۷۲	۸۴
۱۳۲	کیا وہ تمہیں نفع یا نقصان دیتے ہیں؟	۲۶	۷۳	۸۴
۱۳۳	قوم نے جواب دیا ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے	۲۶	۷۴	۸۵
۱۳۴	آپ نے فرمایا یہ سب بت تو میرے دشمن ہیں	۲۶	۷۵، ۷۶	۸۵
۱۳۵	اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں	۲۶	۷۷	۸۵
۱۳۶	آپ نے فرمایا جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے ہدایت دیتا ہے	۲۶	۷۸	۸۶
۱۳۷	آپ نے فرمایا وہی اللہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے	۲۶	۷۹	۸۶
۱۳۸	جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی اللہ مجھے شفا دیتا ہے	۲۶	۸۰	۸۶
۱۳۹	وہی میری روح قبض کرے گا اور پھر مجھے زندہ فرمائے گا	۲۶	۸۱	۸۶
۱۴۰	اور وہی قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرمائے گا	۲۶	۸۲	۸۶
۱۴۱	سیدنا ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے نیکیوں کے ساتھ ملا	۲۶	۸۳	۸۶
۱۴۲	اور میرا ذکر خیر بعد میں آنے والوں میں بھی جاری رکھ	۲۶	۸۴	۸۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۲	اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں بنادے	۲۶	۸۵	۸۹
۱۴۳	میرے باپ (چچا) کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے تھا	۲۶	۸۶	۸۹
۱۴۴	اور قیامت کے دن مجھے شرمندگی سے بچائے رکھنا	۲۶	۸۷	۸۹
۱۴۵	اس دن نہ کوئی مال نفع دے گا نہ اولاد	۲۶	۸۸	۸۹
۱۴۶	سوا اُس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا	۲۶	۸۹	۸۹
۱۴۷	اور متقین کیلئے جنت قریب کر دی جائے گی	۲۶	۹۰	۸۹
۱۴۸	اور گمراہوں کیلئے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا	۲۶	۹۱	۸۹
۱۴۹	اور اُن سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے	۲۶	۹۲	۸۹
۱۵۰	کیا اب وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہاری مدد کر سکتے ہیں	۲۶	۹۳	۸۹
۱۵۱	پھر وہ تمام گمراہ لوگ دوزخ میں اُلٹے گرا دیئے جائیں گے	۲۶	۹۴	۹۲
۱۵۲	اور ابلیس کا سارا لشکر بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا	۲۶	۹۵	۹۲
۱۵۳	آپس میں لڑتے ہوئے کہیں گے	۲۶	۹۶	۹۲
۱۵۴	اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے	۲۶	۹۷	۹۲
۱۵۵	جب کہ ہم تم کو (اے بتو) رب کے مساوی قرار دیتے تھے	۲۶	۹۸	۹۲
۱۵۶	ہمیں صرف مجرموں نے گمراہ کر دیا	۲۶	۹۹	۹۲
۱۵۷	کفار کہیں گے اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے	۲۶	۱۰۰	۹۲
۱۵۸	اور نہ ہی کوئی سچا دوست	۲۶	۱۰۱	۹۲
۱۵۹	کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ جانا ہوتا تو ہم یکے ایماں دار بن جاتے	۲۶	۱۰۲	۹۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	بے شک اس میں ضرور اللہ کی نشانی ہے	۲۶	۱۰۳	۹۲
۱۶۱	بیشک اللہ ہی بہت غالب ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۱۰۴	۹۲
۱۶۲	سیدنا نوح کی قوم نے بھی رسولوں کی تکذیب کی	۲۶	۱۰۵	۹۴
۱۶۳	سیدنا نوح نے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں	۲۶	۱۰۶	۹۴
۱۶۴	بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں	۲۶	۱۰۷	۹۴
۱۶۵	آپ نے فرمایا سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۰۸	۹۴
۱۶۶	آپ نے قوم سے فرمایا کہ میں اس تبلیغ پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا	۲۶	۱۰۹	۹۴
۱۶۷	سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۱۰	۹۴
۱۶۸	قوم نے کہا آپ کے پیروکار تو حقیر پیشہ لوگ ہیں	۲۶	۱۱۱	۹۴
۱۶۹	آپ نے فرمایا مجھے اُن کے پیشوں سے کوئی غرض نہیں	۲۶	۱۱۲	۹۴
۱۷۰	اُن کا حساب تو میرے رب کے پاس ہے	۲۶	۱۱۳	۹۴
۱۷۱	سیدنا نوح نے فرمایا میں غرباء فقراء ایمانداروں کو دور بھگانے والا نہیں	۲۶	۱۱۴	۹۶
۱۷۲	ہاں عذاب الہی سے واضح طور پر ڈر سنانے والا ہوں	۲۶	۱۱۵	۹۶
۱۷۳	کفار نے کہا نوح اگر تو باز نہ آیا تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا	۲۶	۱۱۶	۹۶
۱۷۴	آپ نے اللہ سے عرض کی یا اللہ میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا	۲۶	۱۱۷	۹۶
۱۷۵	اور عرض کی یا اللہ تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے	۲۶	۱۱۸	۹۶
۱۷۶	اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور تمام کشتی والوں کو نجات عطا فرمائی	۲۶	۱۱۹	۹۷
۱۷۷	اور باقی نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا	۲۶	۱۲۰	۹۷



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۸	بے شک اس میں قدرت الہیہ کی ضرور نشانی ہے	۲۶	۱۲۱	۹۷
۱۷۹	بے شک اللہ تعالیٰ ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۱۲۲	۹۷
۱۸۰	قوم عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا	۲۶	۱۲۳	۹۸
۱۸۱	سیدنا ہود نے قوم سے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟	۲۶	۱۲۴	۹۸
۱۸۲	بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں	۲۶	۱۲۵	۹۸
۱۸۳	سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۲۶	۹۸
۱۸۴	اور فرمایا میں تم سے (تبلیغ) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا	۲۶	۱۲۷	۹۸
۱۸۵	کیا تم ہر اونچی جگہ محض فضول مشغلہ کے طور پر یادگار تعمیر کرتے ہو	۲۶	۱۲۸	۹۹
۱۸۶	کیا مضبوط مکان اسلئے بنا رہے ہو کہ اس میں ہمیشہ رہو گے	۲۶	۱۲۹	۹۹
۱۸۷	اے قوم! اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو	۲۶	۱۳۰	۹۹
۱۸۸	سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۳۱	۹۹
۱۸۹	سیدنا ہود نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی	۲۶	۱۳۲	۱۰۰
۱۹۰	اللہ نے مویشیوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائی	۲۶	۱۳۳	۱۰۰
۱۹۱	اللہ نے باغات اور چشموں سے بھی تمہاری مدد فرمائی	۲۶	۱۳۴	۱۰۰
۱۹۲	سیدنا ہود نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہیں تم پر عذاب نہ آجائے	۲۶	۱۳۵	۱۰۰
۱۹۳	قوم نے کہا ہمیں آپ کے نصیحت کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں	۲۶	۱۳۶	۱۰۰
۱۹۴	یہ محلات کا شوق تو ہمارے بڑوں کا دستور ہے	۲۶	۱۳۷	۱۰۱
۱۹۵	قوم نے کہا آپ فکر نہ کریں ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا	۲۶	۱۳۸	۱۰۱

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۶	قوم نے سیدنا ہود کو جھٹلایا اسی لئے اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا	۲۶	۱۳۹	۱۰۱
۱۹۷	بے شک اللہ ہی سب پر غالب ہے ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۱۴۰	۱۰۱
۱۹۸	قومِ شمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا	۲۶	۱۴۱	۱۰۲
۱۹۹	سیدنا صالح نے اُن سے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں	۲۶	۱۴۲	۱۰۲
۲۰۰	میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں	۲۶	۱۴۳	۱۰۲
۲۰۱	سیدنا صالح نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۴۴	۱۰۲
۲۰۲	سیدنا صالح نے فرمایا میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا	۲۶	۱۴۵	۱۰۲
۲۰۳	کیا تم ان دنیا کی نعمتوں میں ہمیشہ اطمینان سے رہو گے؟	۲۶	۱۴۶	۱۰۲
۲۰۴	یعنی یہاں کے باغوں اور چشموں میں	۲۶	۱۴۷	۱۰۲
۲۰۵	کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں	۲۶	۱۴۸	۱۰۲
۲۰۶	تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہوئے خوشی سے اتراتے ہو	۲۶	۱۴۹	۱۰۳
۲۰۷	سیدنا صالح نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۵۰	۱۰۳
۲۰۸	اور حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی پیروی نہ کرو	۲۶	۱۵۱	۱۰۴
۲۰۹	جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں	۲۶	۱۵۲	۱۰۴
۲۱۰	قوم نے کہا اے صالح! لگتا ہے تم پر تو جادو کا اثر ہو گیا ہے	۲۶	۱۵۳	۱۰۴
۲۱۱	سیدنا صالح سے قوم نے معجزے کا مطالبہ کر دیا	۲۶	۱۵۴	۱۰۴
۲۱۲	سیدنا صالح نے اونٹنی کا معجزہ دکھا دیا	۲۶	۱۵۵	۱۰۵
۲۱۳	آپ نے فرمایا اس اونٹنی سے کوئی برائی نہ کرنا ورنہ عذاب آجایگا	۲۶	۱۵۶	۱۰۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۴	پھر بھی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور پچھتانے لگے	۲۶	۱۵۷	۱۰۵
۲۱۵	اس پر اللہ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا	۲۶	۱۵۸	۱۰۵
۲۱۶	بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت غالب، رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۱۵۹	۱۰۵
۲۱۷	سیدنا لوط کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا	۲۶	۱۶۰	۱۰۶
۲۱۸	سیدنا لوط نے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟	۲۶	۱۶۱	۱۰۶
۲۱۹	سیدنا لوط نے فرمایا میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں	۲۶	۱۶۲	۱۰۶
۲۲۰	آپ نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو	۲۶	۱۶۳	۱۰۶
۲۲۱	سیدنا لوط نے فرمایا میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا	۲۶	۱۶۴	۱۰۶
۲۲۲	آپ نے فرمایا کیا تم مردوں کے پاس آکر خواہشات پوری کرتے ہو	۲۶	۱۶۵	۱۰۷
۲۲۳	اللہ نے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں جنہیں تم چھوڑ دیتے ہو	۲۶	۱۶۶	۱۰۷
۲۲۴	قوم نے کہا اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے یہاں سے نکال دیں گے	۲۶	۱۶۷	۱۰۷
۲۲۵	سیدنا لوط نے فرمایا میں تمہارے اس برے فعل سے بیزار ہوں	۲۶	۱۶۸	۱۰۸
۲۲۶	سیدنا لوط نے اس قوم سے نجات کی دعا کی	۲۶	۱۶۹	۱۰۸
۲۲۷	اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے اہل و عیال کو بچالیا	۲۶	۱۷۰	۱۰۸
۲۲۸	سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی	۲۶	۱۷۱	۱۰۹
۲۲۹	باقی سب لوگوں کو اللہ نے تباہ کر دیا	۲۶	۱۷۲	۱۰۹
۲۳۰	اللہ تعالیٰ نے اُن پر خطرناک بارش کی صورت میں عذاب اتارا	۲۶	۱۷۳	۱۰۹
۲۳۱	یقیناً اس میں قدرت الہیہ کی نشانی ہے	۲۶	۱۷۴	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۲	یقیناً اللہ تعالیٰ بہت غالب رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۱۷۵	۱۰۹
۲۳۳	اہل ایکہ نے بھی رسولوں کو جھٹلایا	۲۶	۱۷۶	۱۱۰
۲۳۴	سیدنا شعیب نے قوم سے فرمایا تم عذاب سے ڈرتے نہیں	۲۶	۱۷۷	۱۱۰
۲۳۵	آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے رسول امین ہوں	۲۶	۱۷۸	۱۱۰
۲۳۶	آپ نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو	۲۶	۱۷۹	۱۱۰
۲۳۷	سیدنا شعیب نے فرمایا میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا	۲۶	۱۸۰	۱۱۰
۲۳۸	قوم کو ناپ پورا ناپنے کی تلقین	۲۶	۱۸۱	۱۱۰
۲۳۹	اور صحیح وزن تولنے کی تاکید	۲۶	۱۸۲	۱۱۰
۲۴۰	اور زمین میں فساد پھیلانے سے روکا گیا	۲۶	۱۸۳	۱۱۰
۲۴۱	آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلوں کو پیدا کیا	۲۶	۱۸۴	۱۱۲
۲۴۲	قوم نے کہا آپ پر بھی جادو ہو گیا ہے	۲۶	۱۸۵	۱۱۲
۲۴۳	تم بھی تو ہماری طرح بشر ہو تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو	۲۶	۱۸۶	۱۱۲
۲۴۴	قوم نے کہا اگر تم سچے ہو تو آسمان کا ٹکڑا ہم پر گرا دو	۲۶	۱۸۷	۱۱۲
۲۴۵	آپ نے فرمایا جو تم کرتے ہو میرا اللہ اُسے خوب جانتا ہے	۲۶	۱۸۸	۱۱۲
۲۴۶	اس نافرمانی پر قوم کو سائبان والے دن کے عذاب نے گھیر لیا	۲۶	۱۸۹	۱۱۲
۲۴۷	بے شک وہ بھاری دن کا عذاب ہے مگر اکثر اُن میں سے	۲۶		
	ایمان لانے والے نہیں ہیں			۱۱۳
۲۴۸	بے شک اللہ تعالیٰ ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا ہے	۲۶	۱۹۱	۱۱۳



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۹	بے شک قرآن رب العالمین کی نازل کی ہوئی کتاب ہے	۲۶	۱۹۲	۱۱۴
۲۵۰	جس کو سیدنا جبریل امین لے کر نازل ہوئے ہیں	۲۶	۱۹۳	۱۱۴
۲۵۱	اسے آپ کے قلب پر نازل کیا گیا	۲۶	۱۹۴	۱۱۴
۲۵۲	قرآن مقدس تو صاف صاف عربی زبان میں ہے	۲۶	۱۹۵	۱۱۴
۲۵۳	اس قرآن کا ذکر تو پہلی کتابوں میں بھی ہے	۲۶	۱۹۶	۱۱۴
۲۵۴	کیا یہ اسکی شان نہیں کہ اس کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں	۲۶	۱۹۷	۱۱۴
۲۵۵	اگر اللہ اس قرآن کو کسی عجیب پر نازل فرماتا وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے	۲۶	۱۹۸-۱۹۹	۱۱۴
۲۵۶	اسی طرح اللہ نے منکروں کے دلوں میں انکار کو داخل فرما دیا	۲۶	۲۰۰	۱۱۴
۲۵۷	کفار جب تک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے	۲۶	۲۰۱	۱۱۶
۲۵۸	اُن پر اچانک عذاب آئے گا جسکا اُنہیں شعور بھی نہیں ہوگا	۲۶	۲۰۲	۱۱۶
۲۵۹	عذاب دیکھ کر کہیں گے کیا ہمیں مہلت دی جائے گی؟	۲۶	۲۰۳	۱۱۶
۲۶۰	کیا کفار اللہ کے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟	۲۶	۲۰۴	۱۱۶
۲۶۱	اگر اللہ اُنہیں کئی سالوں تک فائدہ دیتا رہے	۲۶	۲۰۵	۱۱۶
۲۶۲	پھر اُن پر وہی عذاب آجائے	۲۶	۲۰۶	۱۱۶
۲۶۳	تو اُنہیں دیا گیا فائدہ، اس عذاب سے بچا لے گا	۲۶	۲۰۷	۱۱۶
۲۶۴	اسی لئے تو اللہ نے رسولوں کو عذاب سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا	۲۶	۲۰۸	۱۱۶
۲۶۵	بے شک اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا ہے	۲۶	۲۰۹	۱۱۶
۲۶۶	اس قرآن مقدس کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے	۲۶	۲۱۰	۱۱۸

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۷	نہ ہی وہ اس لائق ہیں اور نہ ہی اس کی طاقت رکھتے ہیں	۲۶	۲۱۱	۱۱۸
۲۶۸	شیطان فرشتوں کا کلام سننے سے محروم کر دیئے گئے ہیں	۲۶	۲۱۲	۱۱۸
۲۶۹	اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنیوالا مستوجب عذاب ہے	۲۶	۲۱۳	۱۱۸
۲۷۰	اے محبوب! آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنائیے	۲۶	۲۱۴	۱۱۸
۲۷۱	اور اپنے پیروکاروں کیلئے رحمت کے بازو بچھا دیجئے	۲۶	۲۱۵	۱۱۸
۲۷۲	پھر بھی وہ آپ کی نافرمانی کریں تو فرما دیجئے میں آپ سے بیزار ہوں	۲۶	۲۱۶	۱۱۸
۲۷۳	اور تمہیں سب سے زیادہ غالب اور رحیم اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے	۲۶	۲۱۷	۱۲۰
۲۷۴	جو اللہ آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں	۲۶	۲۱۸	۱۲۰
۲۷۵	بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے	۲۶	۲۲۰	۱۲۰
۲۷۶	جھوٹے، الزام تراش پر شیطان نازل ہوتے ہیں	۲۶	۲۲۱-۲۲۲	۱۲۱
۲۷۷	وہ سنی سنائی باتیں آگے پہنچاتے ہیں	۲۶	۲۲۳	۱۲۱
۲۷۸	شاعروں کی پیروی کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے	۲۶	۲۲۴	۱۲۱
۲۷۹	وہ ہر وقت خیالوں کی وادی میں سرگرداں رہتے ہیں	۲۶	۲۲۵	۱۲۱
۲۸۰	شاعر لوگ جو کچھ کہتے ہیں اُس پر عمل نہیں کرتے	۲۶	۲۲۶	۱۲۱
۲۸۱	سوائے اُن شعراء کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے	۲۶	۲۲۷	۱۲۳
۲۸۲	<b>سورة النمل</b>	۲۷		۱۲۵
۲۸۳	یہ قرآن مقدس اور روشن کتاب کی آیات ہیں	۲۷	۱	۱۲۶
۲۸۴	یہ اُن ایمان والوں کیلئے ہدایت ہے خوشخبری ہے	۲۷	۲	۱۲۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۵	جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں	۲۷	۳	۱۲۶
۲۸۶	اللہ تعالیٰ نے آخرت کا انکار کرنیوالوں کیلئے اُنکے اعمال خوشنما بنا دیئے ہیں	۲۷	۴	۱۲۶
۲۸۷	یہ وہی لوگ ہیں جن کیلئے بہت بری سزا تیار کی گئی ہے	۲۷	۵	۱۲۶
۲۸۸	(اے محبوب) بے شک آپ کو یہ قرآن بے انتہاء حکمت اور علم والے کی طرف سے سکھایا جا رہا ہے	۲۷	۶	۱۲۶
۲۸۹	موسیٰ علیہ السلام کا اپنی اہلیہ کیلئے آگ لانے کیلئے جانا	۲۷	۷	۱۲۸
۲۹۰	اُس آگ سے آواز آئی اللہ سبحان ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے	۲۷	۸	۱۲۸
۲۹۱	آواز آئی اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں جو بڑی حکمت والا ہے	۲۷	۹	۱۲۸
۲۹۲	اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو عصا ڈالنے کا حکم دیا جو اڑدہا بن گیا	۲۷	۱۰	۱۲۸
۲۹۳	آپ پریشان ہو کر پیٹھ پھیر کر چل دیئے	۲۷	۱۰	۱۲۸
۲۹۴	تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ڈرو مت	۲۷	۱۰	۱۲۸
۲۹۵	بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت مہربان ہے	۲۷	۱۱	۱۳۰
۲۹۶	سیدنا موسیٰ کے چمکنے والے ہاتھ کے معجزے کا ذکر	۲۷	۱۲	۱۳۰
۲۹۷	قوم کے پاس اللہ کی نشانیاں آگئیں پھر بھی کہا کہ یہ کھلا جادو ہے	۲۷	۱۳	۱۳۰
۲۹۸	قوم نے جانتے ہوئے بھی اُن کا انکار کر دیا	۲۷	۱۴	۱۳۰
۲۹۹	اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد اور سلیمان کو بھی علم عطا فرمایا	۲۷	۱۵	۱۳۲
۳۰۰	سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داؤد علیہ السلام کے جانشین ٹھہرے	۲۷	۱۶	۱۳۲
۳۰۱	سیدنا سلیمان کو جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر دیے گئے	۲۷	۱۷	۱۳۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۲	سیدنا سلیمان کے لشکر کو دیکھ کر چیونٹی کا اپنے لشکر کو خطاب	۲۷	۱۸	۱۳۴
۳۰۳	چیونٹی کی بات کو سن کر سیدنا سلیمان علیہ السلام مسکرا دیے	۲۷	۱۹	۱۳۴
۳۰۴	پرندوں کے گروہ میں ہد ہد کی غیر حاضری	۲۷	۲۰	۱۳۶
۳۰۵	اسکی غیر حاضری پر بطور سزا ذبح کرنے کا ارادہ	۲۷	۲۱	۱۳۶
۳۰۶	کچھ دیر بعد ہد ہد ملکہ سبا کی خبر لایا	۲۷	۲۲	۱۳۶
۳۰۷	اُن کی سربراہ ایک عورت ہے جس کا بہت بڑا تخت ہے	۲۷	۲۳	۱۳۶
۳۰۸	لیکن وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں	۲۷	۲۴	۱۳۸
۳۰۹	وہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو ہر چھپی چیز کو جانتا ہے؟	۲۷	۲۵	۱۳۸
۳۱۰	اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہی عرش عظیم کا مالک ہے	۲۷	۲۶	۱۳۸
۳۱۱	سیدنا سلیمان نے ہد ہد کو خط دے کر ملکہ سبا کی طرف بھیجا	۲۷	۲۷	۱۳۹
۳۱۲	ملکہ بلقیس نے اس خط کی اطلاع اپنے سرداروں کو دی	۲۷	۲۹	۱۳۹
۳۱۳	بتایا کہ یہ خط سلیمان کی طرف سے جو اللہ کے نام سے ہے	۲۷	۳۰	۱۳۹
۳۱۴	سیدنا سلیمان کا پیغام سنایا کہ مسلمان ہو جاؤ، متکبر نہ بننا	۲۷	۳۱	۱۴۱
۳۱۵	ملکہ بلقیس نے سرداروں سے خط کے جواب میں مشورہ مانگا	۲۷	۳۲	۱۴۱
۳۱۶	قوم نے کہا ہم جنگجو اور طاقت والے ہیں مگر فیصلہ آپ ہی کریں	۲۷	۳۳	۱۴۱
۳۱۷	ملکہ نے کہا جب بادشاہ قابض ہوتے ہیں تو بتائی ہوتی ہے	۲۷	۳۴	۱۴۱
۳۱۸	ملکہ بلقیس نے آزما نے کیلئے آپ کی طرف قیمتی تحفہ بھیجا	۲۷	۳۵	۱۴۳
۳۱۹	سیدنا سلیمان نے تحفہ دیکھ کر کہا اللہ نے مجھے بہت مال دیا ہے	۲۷	۳۶	۱۴۳



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۰	آپ نے تحفہ واپس کرتے ہوئے حملے کی دھمکی دی	۲۷	۲۷	۱۴۳
۳۲۱	سیدنا سلیمان نے بلقیس کے آنے سے پہلے اس کا تخت لانے کو کہا	۲۷	۳۸	۱۴۳
۳۲۲	ایک جن نے کہا میں مجلس ختم ہونے سے پہلے لا سکتا ہوں	۲۷	۳۹	۱۴۴
۲۳	پھر کتاب کا علم رکھنے والے نے کہا میں آنکھ جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں	۲۷	۴۰	۱۴۵
۳۲۴	اور وہ لے آیا تو سیدنا سلیمان نے کہا یہ میرے رب کا فضل ہے	۲۷	۴۰	۱۴۷
۳۲۵	سیدنا سلیمان نے فرمایا اس کے تخت کی شکل بدل دو	۲۷	۴۱	۱۴۷
۳۲۶	ملکہ بلقیس نے تخت دیکھ کر کہا یہ تو بالکل میرے جیسا ہی ہے	۲۷	۴۲	۱۴۷
۲۳۷	ملکہ کو بتوں کی پوجا نے ایمان لانے سے روک رکھا تھا	۲۷	۴۳	۱۴۷
۳۲۸	ملکہ جب محل میں داخل ہوئی تو پانی کے ڈر سے کپڑا اوپر کر لیا	۲۷	۴۴	۱۴۸
۳۲۹	حالانکہ وہ پانی نہ تھا بلکہ فرش ہی ایسا تھا	۲۷	۴۴	۱۴۹
۳۳۰	ملکہ بلقیس کا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اعلان	۲۷	۴۴	۱۴۹
۳۳۱	اللہ نے قوم ثمود کی طرف سیدنا صالح کو بھیجا	۲۷	۴۵	۱۴۹
۳۳۲	سیدنا صالح نے فرمایا تم اللہ کی بخشش کی بجائے عذاب کیوں مانگتے ہو؟	۲۷	۴۶	۱۴۹
۳۳۳	قوم نے کہ اے صالح تم اور تمہارے پیروکار تو منحوس ہیں	۲۷	۴۷	۱۵۰
۳۳۴	اس شہر میں نو شخص تھے جو فتنہ فساد پیدا کرتے تھے	۲۷	۴۸	۱۵۱
۳۳۵	انہوں نے سیدنا صالح کو ہلاک کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا	۲۷	۴۹	۱۵۱
۳۳۶	اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر کے ذریعے اُن کی سازش کو ناکام بنا دیا	۲۷	۵۰	۱۵۱
۳۳۷	اللہ نے اُن کو اُن کے مکر کے بدلے تباہ و برباد کر دیا	۲۷	۵۱	۱۵۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۸	اُن کے ظلم کی وجہ سے اُن کے تباہ شدہ گھراہل علم کیلئے نشانی ہیں	۲۷	۵۲	۱۵۳
۳۳۹	اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور متقین کو نجات عطا فرمائی	۲۷	۵۳	۱۵۳
۳۴۰	سیدنا لوط کا اپنی قوم کو سمجھانے کا انداز	۲۷	۵۴	۱۵۳
۳۴۱	یہ تمہاری جہالت ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو	۲۷	۵۵	۱۵۳
۳۴۲	اَلٹا قوم نے سیدنا نے لوط کو بستی سے نکالنے کی دھمکی دے دی	۲۷	۵۶	۱۵۴
۳۴۳	مگر اللہ تعالیٰ نے لوط اور اسکے پیروکاروں کو بچا لیا	۲۷	۵۷	۱۵۵
۳۴۴	اُن پر بہت بُری برسات برسائی جس سے وہ ہلاک ہو گئے	۲۷	۵۸	۱۵۵
۳۴۵	سلام ہو اُن بندوں پر جنہیں اللہ نے چن لیا ہے	۲۷	۵۹	۱۵۶
۳۴۶	<b>پارہ نمبر 20</b>			۱۵۸
۳۴۷	کفار بتاؤ تو دنیا کی ان گنت نعمتیں دینے والی کون ذات ہے؟	۲۷	۶۰	۱۵۸
۳۴۸	ذرا بتاؤ تو زمین کو قرار کس نے بخشا؟	۲۷	۶۱	۱۵۸
۳۴۹	بے قراروں کی دعا کو کون سنتا ہے؟	۲۷	۶۲	۱۵۹
۳۵۰	تکلیفوں کو کون دور کرتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے؟	۲۷	۶۲	۱۵۹
۳۵۱	کون ہے جو خشکی اور دریاؤں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے؟	۲۷	۶۳	۱۶۰
۳۵۲	کون ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے؟	۲۷	۶۴	۱۶۰
۳۵۳	آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا	۲۷	۶۵	۱۶۲
۳۵۴	کفار تو آخرت کے متعلق لاعلم، اندھے اور جاہل ہیں	۲۷	۶۶	۱۶۲
۳۵۵	کفار قبروں سے دوبارہ اُٹھنے پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں	۲۷	۶۷	۱۶۳

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَاوُ  
لَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَهٗ أَوْ نُرِي رَبَّنَا  
لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ  
عُنَا كِبِيرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا  
بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ  
حَجْرًا مَّحْجُورًا ۝ وَقَدْ مَنَّآ إِلَىٰ مَا  
عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً  
مَّنْثُورًا ۝ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ  
خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝

اللَّهُ  
عَظِيمٌ

اور جو لوگ ہم سے ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے  
تھے انہوں نے کہا ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل  
کئے گئے یا ہم نے اپنے رب کو دیکھ لیا ہوتا انہوں  
نے اپنے کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی  
(۲۱) جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن  
مجرموں کیلئے خوشخبری نہیں ہوگی اور کہیں گے  
کاش ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ والا حجاب  
ہوتا (۲۲) اور انہوں نے اپنے خیال میں جو  
نیک کام کئے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں  
گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے باریک  
ذرے بنا دیں گے (۲۳) اس دن جنت والوں  
کا بہترین ٹھکانا ہوگا اور قیامت عمدہ خواب گاہ ہو  
گی (۲۴)

### تفسیر

آیہ مبارکہ میں کفار کے ایک طبقہ کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتا  
تھا، ان کفار نے یہ کہا کہ اللہ نے ہم پر فرشتے نازل کیوں نہ کیئے جو ہمیں خبر دیتے کہ محمد ﷺ برحق نبی ہیں اور  
قرآن مقدس اللہ کی سچی کتاب ہے اگر یہ نہیں تو دوسری بات ہو جاتی کہ خود رب کو دیکھ لیں اور خود رب ہمیں  
بتا دیتا کہ محمد ﷺ اس کے برحق اور سچے رسول ہیں تو ہم مان جاتے۔ رب قدوس جل مجدہ نے فرمایا یہ لوگ  
بڑے سرکش ہیں، متکبر ہیں اور اپنے غرور میں حد سے بڑھ گئے ہیں، ان کی سرکشی یہ تھی کہ فرشتوں کے دیکھنے

کا مطالبہ کر رہے ہیں، ان کے غرور کا یہ عالم ہے کہ رب کو دیکھنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، ہمارے رسول کی تصدیق کیلئے ایسے مطالبات محض ضد ہے، ہٹ دھرمی ہے ہمارے رسول کی تصدیق کیلئے قرآن مقدس کا وجود بہت بڑی دلیل ہے جس کا مقابلہ کرنے کیلئے بڑے بڑے فصحاء عاجز آ گئے۔

تیرے آگے یوں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے  
کوئی کہے کہ منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

ہمارے رسول کی تصدیق کیلئے ان سے ظاہر ہونے والے بے شمار معجزات کا وجود کافی دلیل ہے، ان کا معیار زندگی تصدیق کیلئے کھلی دلیل ہے، ان دلائل کو ان کا نامانا محض ضد ہے، فرشتہ دیکھنے کا مطالبہ بھی غلط ہے اگر فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آئے گا تو وہ دیکھ نہ سکیں گے، انسانی شکل میں آیا تو تسلیم نہیں کریں گے۔  
رب قدوس نے فرمایا فرشتوں کو موت سے پہلے دیکھ نہیں سکتے، موت کے وقت فرشتوں کو دیکھیں گے تو چلا نہیں گے کاش ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ والا حجاب ہوتا، ہم قیامت کے دن ان کے خیال میں کی گئی نیکیوں کو ذروں کی طرح فضا میں بکھیر دیں گے اور وہ اعمال ان کے کام نہ آسکیں گے، جن نیکیوں پر انہیں بھروسہ تھا بے کار ثابت ہوں گی کہ ان میں اخلاص نہ تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے پاس تہامہ پہاڑوں جتنی نیکیاں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو ذروں کی طرح اڑا دے گا وہ ان کے کام نہ آسکیں گے اور ان لوگوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے فرمایا وہ نماز روزہ کے پابند ہوں گے تہجد گزار ہوں گے مگر جب ان پر کوئی حرام شے پیش کی جاتی تو وہ فوراً قبول کر لیتے تھے۔  
آخر میں جنتیوں کا ذکر فرمایا کہ ان کا ٹھکانا بہترین ہوگا اور ان کیلئے جنت بہترین خواب گاہ ہوگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ



وَيَوْمَ تَشْقُقُ السَّمَاءُ بِالْغَامِرِ وَتُنَزِّلُ  
الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۝ الْمَلَكُ يَوْمَئِذٍ الْحَاقُّ  
لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ  
عَسِيرًا ۝ وَيَوْمَ يَعْصُ الطَّالِمُ عَلَى  
يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَتَنَّبَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ  
الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَوْمَئِذٍ لِيَتَنَّبَنِي  
لَمَ اتَّخَذْتُ فَلَا تَا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ  
أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۝  
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَدُولًا ۝

اللَّهُ  
الْحَقُّ  
الْعَظِيمُ

تفسیر

اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا  
اور فرشتوں کی جماعتیں نازل کی جائیں گی  
(۲۵) اُس دن برحق حکومت صرف رحمان کی ہو  
گی اور وہ دن کافروں پر سخت دشوار ہوگا (۲۶)  
اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا  
اور کہے گا کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ  
اختیار کر لیا ہوتا (۲۷) ہائے افسوس! کاش میں  
نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا (۲۸) اُس  
نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو  
گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا  
ہے (۲۹)

اس آیہ مبارکہ میں قیامت کے حالات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ آسمان پھٹے گا، فرشتے نازل ہوں گے  
اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ملتی ہے کہ پہلے آسمان دنیا پھٹے گا اور آسمان  
والے فرشتے اتریں گے، ان فرشتوں کی تعداد زمین کے جنات اور انسانوں سے زیادہ ہوگی پھر دوسرا آسمان  
پھٹے گا اور اس کے فرشتے نازل ہوں گے ان کی تعداد آسمان دنیا کے فرشتوں اور جنوں انسانوں سے زیادہ ہو  
گی پھر اس طرح آسمان پھٹتے رہیں گے حتیٰ کہ ساتواں آسمان پھٹے گا پھر فرشتوں کے سردار جو مقررین ہیں  
نازل ہوں گے پھر حاملین عرش نازل ہوں گے اور اُس دن رحمان کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہوگی اور وہ  
دن کفار پر سخت ہوگا اور مومنوں پر دشوار نہیں ہوگا اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا۔ اس ظالم

سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے یہ شخص رسول اللہ ﷺ کا گستاخ تھا، بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اس ظالم شخص نے حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر تھوکا تھا اور آپ سے الگ تھلگ ہونے کا اظہار کیا تھا۔ عقبہ بن ابی معیط کی اس حرکت پر حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں کہ عنقریب وہ شخص قیامت کے دن اپنی اس حرکت پر نادم ہوگا اور غم و غصہ سے اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ اختیار کر لیا ہوتا اور وہ اس افسوس میں بار بار اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور گہنیوں تک کھا جائے گا ہاتھ پھر ظاہر ہو جائیں گے وہ پھر ایسے ہی کرے گا اور وہ کہے گا کاش میں فلاں شخص (امیہ بن خلف کو) دوست نہ بنایا ہوتا، اور پھر کہے گا اُس دوست نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھے گمراہ کر دیا یعنی حضور ﷺ میرے پاس حق لے کر آ گئے تھے اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے یہاں شیطان سے مراد ہر وہ شخص ہے جو متکبر ہے معاند ہے سرکش ہے جو اللہ کے راستہ سے روکتا ہے۔

آیہ کریمہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ غلط کار اور بے دین دوستوں کی دوستی قیامت کے دن حسرت اور ندامت کا سبب بنے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ سے عرض کی گئی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں فرمایا جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے جس کی گفتگو سے علم بڑھے جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔ ابوسعید سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”لا تصاحب الا مومنا“ غیر مومن سے دوستی نہ بناؤ، اس ضمن میں حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے، انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ خوب غور کرے کہ کسے دوست بنارہا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَقَالَ الرَّسُولُ يَرْبِّ إِنَّ قَوْمِي  
اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝  
وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ بَيْتٍ عَدُوًّا  
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ  
هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝ وَقَالَ الَّذِينَ  
كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً  
وَاحِدَةً ۚ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ  
وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۚ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا  
جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝  
الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ  
إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا  
وَاضْلٌ سَبِيلًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور رسول (ﷺ) نے کہا اے میرے رب  
میری قوم (کفار نے) اس قرآن کو متروک بنا لیا  
تھا (۳۰) اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کیلئے  
مجرمین میں سے دشمن بنادیئے ہیں اور آپ کا  
رب آپ کو ہدایت دینے اور آپ کی مدد کرنے  
کیلئے کافی ہے (۳۱) اور کافروں نے کہا یہ  
قرآن پورا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا،  
ہم نے اسی طرح نازل کیا تا کہ اس سے آپ  
کے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اُسے وقفہ وقفہ  
سے تلاوت کیا ہے (۳۲) اور یہ آپ کے پاس  
جو بھی مثال لائیں گے ہم اس کی برحق اور عمدہ  
توجیہ بیان کریں گے (۳۳) اور جو لوگ اپنے  
چہروں کے بل جہنم کی طرف گھیٹ کر لائے  
جائیں گے ان کا بہت بُرا ٹھکانا ہوگا اور وہ سب  
سیدھی راہ سے بھٹکنے والے ہوں گے (۳۴)

تفسیر

قوم کے غلط رویہ، معاندانہ انداز سے پریشان ہو کر حضور ﷺ نے عرض کی، اے اللہ! میری قوم نے  
اس پاکیزہ کتاب قرآن مقدس کو نظر انداز کر دیا حالانکہ یہ کتاب اُن کیلئے ہدایت کا بہترین ذریعہ ہے مگر ان  
کی ہٹ دھرمی یہ ہے کہ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اپنے اکابر کی لغویات اور بیہودہ باتوں میں اس قدر

مصرف رہتے ہیں کہ کتاب مقدس کی طرف توجہ ہی نہیں، اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو محبت بھرے انداز میں تسلی دی اے میرے محبوب کریم! یہ دیرینہ روش ہے کہ ظالم لوگ انبیاء علیہم السلام کی عداوت میں رہتے ہیں۔ سنت الہیہ ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ ہر نبی کے کچھ مجرم لوگ دشمن ہوا کرتے ہیں اور انبیاء ان پر صبر کرتے رہے ہیں۔

آپ پریشان نہ ہوں آپ کا رب آپ کو کافی ہے وہ آپ کا ہادی ہے، مددگار ہے، رب قدوس کا یہ ارشاد محبوب پاک ﷺ کیلئے بہت بڑا سہارا حوصلہ و سکون ہے، جہاں کفار کی طرف سے حضور ﷺ پر کئی اعتراضات کئے گئے، ان میں ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہ نازل ہوا، انہوں نے کہا قرآن کا تھوڑا تھوڑا اترنا بتاتا ہے قرآن ان کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے۔

کفار اس راز کو نہ سمجھ سکے کہ قرآن پاک کے تھوڑا تھوڑا اتارنے میں حکمتیں کیا ہیں۔ ایک حکمت یہ ہے کہ وقفہ وقفہ کے بعد وحی اُترنے میں حضور ﷺ کیلئے سکون و اطمینان اور احساس ذمہ داری ہے کہ اللہ کے اس پیغام کو پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ رہے، یہ حکمت بھی ہے کہ بار بار حضور ﷺ کی توجہ اپنے رب قدوس کی طرف مائل رہے، یہ بھی حکمت ہے کہ اُترنے والا حکم اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے، یہ بھی حکمت ہے کہ آہستہ آہستہ احکام نازل ہوں تو ان پر عمل کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے، یہ بھی حکمت ہے کہ اگر ضخیم کتاب بہ یک وقت نازل ہو جاتی تو عمل میں آسانی نہ ہوتی، یہ بھی حکمت ہے کہ رب قدوس کا محبوب کریم ﷺ سے بہت گہرا ربط ہے کہ جبریل علیہ السلام حاضری دیتے رہتے ہیں۔

قرآن مقدس نے اس اعتراض کا جواب فرمایا ہم نے آہستہ آہستہ اتارنا اس لئے رکھا ہے کہ آپ کا دل مضبوط کر دیا جائے، اسی لئے ہم نے اُسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔ اے محبوب کریم ﷺ آپ پر وہ کوئی اعتراض نہیں کریں گے مگر ہم اس کا جواب احسن اور عمدہ طریقہ سے دیدیں گے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں اعتراض کرنے والوں کے حشر کا ذکر فرمایا گیا کہ ایسے لوگ جہنم کی طرف منہ



کے بل چلائے جائیں گے، ہانکے جائیں گے اور ان کا ٹھکانہ بُرا ہوگا اور سب سے زیادہ گمراہ ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ کفار کا حشر منہ کے بل کس طرح ہوگا، فرمایا جس ذات نے انہیں پیروں کے بل چلایا ہے وہ انہیں منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدِّدِ خَلْقِهِ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا (۳۵) پس ہم نے کہا تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے پھر ہم نے ان کو مکمل طور پر ہلاک کر دیا (۳۶) اور قوم نوح نے جب رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ہم نے انہیں لوگوں کیلئے نشان عبرت بنادیا اور ہم نے ظالموں کیلئے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۳۷) اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کیلئے (۳۸) اور ہم نے ہر ایک کیلئے مثالیں بیان فرمائی ہیں پھر ہم نے ہر ایک کو تباہ و برباد کر دیا (۳۹)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰی الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ اَخَاهُ هٰرُونَ وَزِيْرًا فَقُلْنَا اذْهَبْ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا فَذَمِّرْهُمْ تَدْمِيْرًا ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوْا الرُّسُلَ اَعْرَضْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً وَّاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَّعَادًا اَوْثَمُوْدًا وَّاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَّقُرُوْكَا بَيِّنٰتٍ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَّكُلًّا ضَرَبْنٰ لَهُ الْاَمْثَالَ وَّكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دینے کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کے بھائی ہارون

علیہ السلام کو ان کا وزیر ساتھی مددگار بنانے کا فرمایا گیا ہے اور دونوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قبطیوں کی طرف جائیں اور پیغام حق پہنچائیں، انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔

اگلی آئیہ مبارکہ میں نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس قوم نے بھی قبطیوں کی طرح رسولوں کو جھٹلایا تھا، قوم نوح نے جھٹلایا تو صرف نوح علیہ السلام کو تھا مگر قرآن مقدس فرماتا ہے، رسولوں کو جھٹلایا آپ کے بعد جتنے رسول آئے اور انہوں نے لوگوں کو وہی تعلیم دی جو نوح علیہ السلام نے قوم کو دی تھی اسی بناء پر ہی فرمایا گیا گویا قوم نے بعد میں آنے والوں کو بھی جھٹلایا کہ ان کی اپنی تبلیغ وہی تھی جو نوح علیہ السلام نے قوم کو فرمائی تھی، لہذا نوح علیہ السلام کا جھٹلانا سارے نبیوں کا جھٹلانا ہے۔

چونکہ قوم نے ہمارے نبی نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا تو ہم نے قوم کو غرق کر دیا اور لوگوں کیلئے نشان عبرت بنادیا اور ہم نے ظالموں کیلئے قیامت کو دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور فرمایا اسی طرح ہم نے قوم شمود اور کنوئیں والوں کو بھی عذاب دیا اور برباد کر دیا اور ان کی درمیانی قوموں پر عذاب نازل کر کے مٹا دیا۔

اصحاب الرسل کے بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ابن سائب کہتے ہیں یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو قتل کر دیا تھا وہ قوم ہے جس کی عورتوں نے سب سے پہلے جادو کیا تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قوم وہ ہے جو درخت کی عبادت کرتی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قوم وہ تھی جو کنوئیں کے پاس رہتی تھی اور بت پرستی کرتی تھی، شعیب علیہ السلام کو اس قوم کی طرف بھیجا گیا تھا۔ بعض نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حبیب نجار کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیا تھا پھر فرمایا ہم نے ہر ایک کی مثالیں بیان کیں اور پھر ہم نے ہر ایک کو برباد کر دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرَتْ  
مَطَرًا سَوِيًّا ۖ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا  
بَلْ كَانُوا لَا يَتَنَبَّهُونَ شَيْئًا ۚ وَإِذَا  
رَأَوْاكَ إِن يَتَخَذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ  
أَلَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۖ  
إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ الْهَدْيِ لَوْلَا أَن  
صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۖ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ  
حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَن أَضَلَّ  
سَبِيلًا ۚ

صَلَّى  
الْحَقِّ  
الْعَظِيمِ

تفسیر

اور یہ اسی بستی پر آچکے ہیں جس پر پتھروں کی  
بارش ہو چکی ہے کیا انہوں نے اس بستی کو نہیں  
دیکھا بلکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے  
کی امید ہی نہیں رکھتے (۴۰) وہی لوگ جب  
بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے  
ہیں اور کہتے ہیں کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ  
نے رسول بنا کر بھیجا ہے (۴۱) بے شک یہ ہم کو  
اپنے معبودوں سے بہکانے لگے تھے اگر ہم ان  
کی پرستش پر ثابت قدم نہ رہتے اور جب وہ  
عذاب دیکھیں گے تو عنقریب جان لیں گے کہ  
کون سیدھی راہ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہے (۴۲)

بجیلی آیہ مبارکہ میں قوم عاد و ثمود پر عذاب کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں اہل مکہ کو فرمایا جا رہا ہے کہ تم  
لوگ تجارت کی غرض سے ادھر ادھر سفر کرتے رہتے ہو، شام کے راستہ سے تمہیں آنا جانا رہتا ہے تم نے  
سدم اور اس کے قرب و جوار کی بستیوں کو دیکھا نہیں کہ انہیں کس طرح برباد کر دیا گیا ان کی بربادی کا سبب  
کیا تھا، وہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا تھا اور اپنی بد کرداریوں میں حد سے بڑھ گئے  
تھے اپنے رسولوں کے روکنے کے باوجود برائیوں سے باز نہ آئے تو ان کے آباد شہروں کو برباد کر دیا گیا ان پر  
پتھر برسائے گئے، چاہئے تو یہ تھا کہ تم ان برباد شہروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے، اس منظر کو دیکھ کر  
تمہارے دل کانپ جاتے اور تم توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی اصلاح کرتے مگر تمہیں احساس

پیدائش ہو سکا جس کی وجہ یہ ہے کہ تمہیں قیامت کا ڈر نہیں، مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور اپنے کئے کا حساب کتاب دینے کا احساس ہی نہیں تم اپنی اس زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ رہے ہو، تم نے یہ سمجھ رکھا ہے یہی زندگی ہے، جس قدر فائدہ اٹھا سکتے ہو اٹھا لو، بارگاہ قدس میں حاضری اور جوابدہی کا احساس ہوگا تو اصلاح کی توجہ ہوگی، قیامت کو اٹھنے کے بنیادی عقیدہ کے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی، کفار کی سرکشی کو فرمایا جا رہا ہے ان کی رسول سے دشمنی کا یہ عالم ہے، محبوب جب بھی تجھے دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت عروہ قریش کی دشمنی کا ایک واقعہ فرماتے ہیں کہ قریش حطیم میں جمع تھے اور رسول اللہ کا ذکر کرنے لگے کہ اس نے ہمارے اندر تفرقہ ڈال دیا ہے، حضور ﷺ طواف کرتے ہوئے گزرے تو انہوں نے پھر اشارہ کیا، حضور ﷺ نے رک کر انہیں احکام خداوندی سنائے، قریش نے آپ کو گھیر لیا اور طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور سختی کی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس تم اس شخص پر زیادتی کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ثابت قدم نہ رہتے اور اپنے خداؤں سے ان کی عبادت پر پکے نہ رہتے تو یہ شخص ہمیں بہکا دیتا، ان کا یہ کہنا دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی ہیبت سے خائف رہتے تھے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا قریب ہے جب وہ عذاب دیکھیں گے تو انہیں پتہ چل جائے گا بھٹکا ہوا کون ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ



أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ  
تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۚ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ  
أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ  
هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا  
أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ  
وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا  
السَّنْسَنَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۚ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ  
إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝

لِلَّهِ  
الْحَقُّ  
الْعَظِيمُ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی  
خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا کیا آپ اس کی  
حمایت کر سکتے ہیں (۴۳) یا آپ یہ گمان کرتے  
ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا سمجھتے  
ہیں یہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان  
سے بھی زیادہ گمراہ ہیں (۴۴) کیا آپ نے  
اپنے رب کی (قدرت) نہیں دیکھی کہ اس نے  
کس طرح سایہ کو پھیلایا اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا  
ہوا کر دیتا، ہم نے سورج کو اس کے اوپر نشان بنا  
دیا (۴۵) پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی  
طرف کھینچ لیا (۴۶)

## تفسیر

بھلی آیہ کریمہ میں کفار کے ایک کفریہ انداز کا ذکر تھا کہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مذاق اڑاتے ہیں، اور  
اپنے کو اپنے عقیدہ میں مضبوط قرار دیتے ہیں، اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب جو  
لوگ حق دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اپنی ساری زندگی نفس کی فرمانبرداری میں گزار دیتے ہیں نفس  
کو ہی خدا مان رکھا ہے، اُسی کی اطاعت کو عبادت سمجھ رہے ہیں، محبوب آپ ایسے لوگوں کی ہدایت کیلئے  
پریشان نہ ہوں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی گزرے ہیں، جانور تو اپنے مالک کا حکم مانتے  
ہیں اور یہ لوگ نہ اپنے خدا کو مانتے ہیں نہ اُس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اے محبوب! اگر یہ لوگ  
اپنے کفر پر ڈٹے رہیں تو آپ پریشان نہ ہوں۔

”السم تر الی ربك“ کے ارشاد سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرما رہا ہے کہ دیکھو اللہ نے کس طرح سایہ کو پھیلا یا ہے جس سے انسانوں کی حیات میں کرم لطف اور مہربانی نمایاں دکھائی دیتی ہے اگر یہ انعامات قدرت نہ ہوتے تو انسانی زندگی کا وجود بھی نہ ہوتا اگر سورج کے طلوع و غروب کا یہ نظام نہ ہوتا اور ہمیشہ رات ہی رہتی تو انسانی زندگی تو کیا پوری کائنات کی حیات برباد ہوتی اگر سورج کبھی غروب ہی نہ ہوتا تو اندازہ کریں اس کی گرمی جلالت سے کائنات برباد ہوتی، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ پھیلا ہوا ہوتا ہے جیسے سورج بلند ہوتا ہے تو وہ سایہ بھی سمٹنے لگتا ہے، دھوپ اور چھاؤں ایسی نعمتیں ہیں ان کے بغیر انسانی زندگی اور اس کے کاروبار نہیں چل سکتے۔

جیسے سایہ فانی ہے ایسے ہی تمہاری زندگی بھی فانی ہے یہ بھی اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب کفر نے ہر جگہ جھنڈے گاڑ رکھے ہیں مگر جلد ہی آفتاب ہدایت طلوع ہوگا، پھر دیکھنا حق کیسے پھیلتا ہے بڑھتا ہے اور چڑھتا ہے، آخر کفر رسوا ہوگا حق کامیابی سے نوازا جائے گا۔

آیہ مبارکہ میں کفار کو چوپایوں کی طرح فرمایا گیا بلکہ ان سے بھی گمراہ، کفار کو چوپایوں سے بدتر فرمایا گیا کہ چوپائیوں کا نہ حساب لیا جائے گا اور نہ انہیں عذاب دیا جائے گا، کفار کا حساب بھی ہوگا اور جہنم کی سزا بھی جیسے چوپائے آواز تو سنتے ہیں مگر بات نہیں سمجھتے ایسے کفار بھی آواز تو سنتے ہیں مگر مفہوم سے انکاری ہیں، چوپائیوں سے برا کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جانور تو حید و رسالت کا ادراک بھی نہیں رکھتے اور تو حید و رسالت کے باطل ہونے کا اعتقاد بھی نہیں رکھتے۔ کفار تو حید و رسالت کے باطل ہونے کا کہتے ہیں اس لئے جانوروں سے بدتر ہیں۔ کفار اس لئے بھی جانوروں سے بدتر ہیں کہ جانور اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں، اُسے سجدہ کرتے ہیں کفار میں ایسی کوئی صورت بھی نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا  
وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝  
وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ  
رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۝  
لِنُخْرِجَ بِهِ بَلَدَةً مَّيْمَنًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا  
خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَا سَيِّدٌ كَثِيرًا ۝ وَلَقَدْ  
صَرَّفْنَا بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَى أَكْثَرُ  
النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس  
اور نیند کو باعث راحت اور دن کو طلب معاش  
کیلئے دھوڑ دھوپ کا وقت بنایا (۲۷) اور وہی  
ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری  
دینے کیلئے بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاکیزہ  
پانی اتارتے ہیں (۲۸) تاکہ غیر آباد شہر کو زندگی  
بخش دیں اور یہ پانی ہم اپنی بہت سی مخلوق  
جانوروں اور انسانوں کو پلاتے ہیں (۲۹) اور  
ہم بارش کو لوگوں کے درمیان بانٹتے رہتے ہیں تاکہ  
وہ غور و فکر کریں پس اکثر لوگوں نے انکار کر  
دیا مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار بنیں گے (۵۰)

## تفسیر

اس آیہ پاک میں رب قدوس جل مجدہ اپنے بندوں پر اپنے عظیم کرم کا اظہار فرما رہا ہے کہ اللہ وہ  
ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا جیسے لباس جسم کو ڈھانپ لیتا ہے ایسے ہی رات بھی  
قدرتی طور پر پردہ کی چادر ہے جو پوری کائنات پر ڈال دی جاتی ہے، یا اس لئے فرمایا گیا کہ گرمی سردی میں  
جسم کیلئے سکون کا باعث ہوتا ہے وہ ایسے ہی رات بندے کیلئے سکون کا باعث ہے یا رات اس لئے لباس  
ہے کہ رات کام کرنے والوں کیلئے پردہ ہے، دوسرے کرم کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ رات کو راحت کا  
سبب بنایا، اسمیں مخلوق کو سکون ہے، روشنی میں نیند کم آتی ہے رات کو اطمینان سے نیند آ جاتی ہے اور پھر رات  
جو سبھی کیلئے نیند کا باعث بنا دیا اگر مخلوق میں نیند کے اوقات الگ الگ ہوتے تو سبھی کیلئے بد امنی تھی کوئی

جاگتا کوئی سوتا سکون نہ ہوتا۔ پھر انسانی زندگی میں ہر فرد کو دوسرے سے کوئی نہ کوئی کام رہتا ہے جاگنے والے کو سونے والے سے کام ہوتا اور وہ سویا ہوتا تو مشکل پیش آتی اگر ان مفادات کیلئے کسی قانون سے کام لیا جاتا تو کبھی کامیاب نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے نیند کا ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔

اور پھر ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا کہ دن کو چلنے ٹھہرنے کا سبب بنا دیا یا یہ کہہ لیا جائے کہ نیند موت ہے اور بیداری حیات ہے دن کی رونق ایک عظیم نعمت بھی ہے، جیسے سونے کیلئے رات کا وقت متفقہ بنا ایسے ہی جاگنے اور کام کاج کیلئے دن کو بنا دیا ایک اور نعمت کا ذکر اس طرح فرمایا وہ اللہ تمہارے رحمت کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے جن سے تم خوش ہوتے ہو، راحت محسوس کرتے ہو پھر ایک اور کرم کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسمان سے پاک طیب پانی اتارتا ہے، طہور وہ ہے جو خود پاک ہو اور دوسرے کو پاک کر دے، آسمانی پانی میں یہ خصوصیت موجود ہے خود بھی پاک ہے اور نجاست کو پاک کرتا ہے۔ آسمانی پانی کبھی بارش کی شکل میں ہے کبھی برف کی شکل میں کبھی ایلے کی شکل میں، پھر بھی پانی پہاڑوں کے ذریعہ ساری زمین پر پھیلتا ہے اور چشموں کی شکل میں زمین پر بہنے لگتا ہے یہی پانی ہے جسے زمین کھود کر نکالا جاتا ہے، ہم اپنے کرم سے اس پانی سے مردہ زمین کو زندگی بخشتے ہیں، بنجر زمین سرسبز و شاداب باغ و بہار نظر آتی ہے یہی پانی ہے جس سے بہت سے انسانوں حیوانوں کو سیراب کرتے ہیں اور ہم نے اُسے کئی طرح سے تقسیم کیا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں، یہ پانی ندی، نالہ، دریا، سمندر، چشمہ، کنواں کی شکل میں نظر آتا ہے پھر بھی لوگ ناشکری کرتے ہیں، بارش کو بدلنے، تقسیم کرنے کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ بارش کبھی شہر میں کبھی دیہات میں، کبھی کھیتوں پر کبھی جنگل میں۔

یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ کہیں بارش زیادہ ہے کہیں کم ہے جیسے بارش برسنے سے کھیت لہلہا جاتے ہیں ایسے ہی روحانی خشک سالی کے بعد ہم ابر رحمت بھیجتے ہیں جس سے پیاسی روہیں سیراب ہو جاتی ہیں، دل روشن ہو جاتے ہیں، روحانیت کے عالم میں نکھار آ جاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ



وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ تَزْيِيرًا ۝  
 فَلَا تَطْعِمُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ  
 جِهَادًا كَبِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ  
 هَذَا عَذَبٌ فَارِتٌ ۝ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۝  
 وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝  
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ  
 نَسَبًا وَصِهْرًا ۝ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝  
 وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا  
 يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۝ وَكَانَ الْكَافِرُ  
 عَلَى رَبِّهِ ظَهِيرًا ۝

اللَّهُ  
 الْعَظِيمُ

### تفسیر

اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے (۵۱) کافروں کی پیروی نہ کرو اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو (۵۲) اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، ایک میٹھا ہے اور دوسرا سخت کھاری اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنا دی (۵۳) اور وہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی کی بوند سے پیدا فرمایا اور اسے خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا رب بڑی قوت والا ہے (۵۴) اور وہ اللہ کے علاوہ ان بتوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور کافر اپنے رب کے مقابلہ میں ہمیشہ شیطان کا مددگار ہوتا ہے (۵۵)

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرسانے والا بھیج دیتے مگر ایسا نہیں کیا، قدرت چاہتی ہے کہ پوری ملت یکجا ہو، بکھرے ہوئے انسان ایک جھنڈے کے نیچے ہوں اور ملت کا بکھرا ہوا شیرازہ ایک ہو جائے اور یہ صورت حال اسی وقت ہو سکتی تھی جب پوری انسانیت کا راہنما ایک ہو، مختلف گروہ طبقات کیلئے ہادی ایک ہو اور اس ہادی کی زندگی کا ایک ایک عمل راہنما ثابت ہو، رات تو گزر گئی کہ ہر گھر میں چراغ جلتا تھا تو روشنی ہوتی تھی، آفتاب کی موجودگی میں چراغوں کی ضرورت نہیں رہتی، آفتاب نبوت کی آمد نے تمام چراغوں سے بے نیاز کر دیا، ہر بستی میں نذیر کیوں نہیں بھیجا کہ آفتاب طلوع ہو گیا جس

کی روشنی کائنات بھر کے کونے کونے تک پھیل گئی ہے اور یہ روشنی قیامت تک کیلئے ہر ذرے کو پہنچتی رہے گی فرمایا گیا کفار کی پیروی نہ کرو اور ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرو۔

تفسیر مظہری میں جہاد کبیر کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ کفار سے جہاد چار ذرائع سے کیا جائے دلی طور پر ان سے جہاد ہو، زبان کے ساتھ ان سے جہاد ہو کہ دلائل حقہ سے کافرانہ نظریات کو دبایا جائے، تلوار سے جہاد کیا جائے اور نیزہ سے جہاد کیا جائے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ کی ایک اور قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ہے ایک زبردست کھاری ہے، دوسرا بہت میٹھا دونوں دریا اکٹھے بہہ رہے ہیں مگر دونوں اپنی اپنی جگہ چل رہے ہیں، میٹھا پانی کڑوے سے نہیں ملتا اور کڑوا پانی میٹھے میں نہیں جاتا ان دونوں دریاؤں میں قدرت نے ایسی رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں کہ وہ اکٹھے نہیں ہوتے۔ ایک جگہ سے پانی میٹھا نکلتا ہے مگر ساتھ نکلا ہے جس کا پانی کھاری ہے اس سے زیادہ حیران کن صورت یہ ہے کہ سمندر کے مد و جزر میں پانی میٹھے دریاؤں میں مل جاتا ہے مگر ان دریاؤں کا پانی کڑوا نہیں ہوتا میٹھا ہی رہتا ہے۔

دریائے نیل جب بحر روم میں جا گرتا ہے تو اس کا پانی سمندر میں جوں کا توں چلا جاتا ہے نہ رنگت بدلتی ہے نہ ذائقہ میں فرق محسوس ہوتا ہے قدرت کے اس کمال کا اندازہ کریں وہ کون ذات ہے جو زمین کے نیچے میٹھے پانی کے ذخیروں کو کڑوے پانی سے الگ رکھتی ہے وہ کون ذات ہے جو سمندر کے کڑوے پانی کو دریا کے میٹھے پانی پر غالب نہیں آنے دیتی وہ اللہ ہے جس کی کبریائی کی شہادت دینے کیلئے کائنات بھر کا ذرہ ذرہ شاہد ہے۔

اس آیہ پاک کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ میٹھے پانی سے مراد حق ہے کڑوے پانی سے مراد باطل ہے باطل اپنی پوری قوت کے ساتھ بھی حق پر حاوی نہیں ہو سکتا، کفر کی بے شمار اندھیروں کے باوجود حق کے چراغ جگمگاتے رہیں گے۔ اگلی آیہ پاک میں اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور حیران کن کرشمہ ارشاد

فرمایا کہ پانی کے ایک قطرہ سے انسان کو بنایا اور پھر اُسے خاندان والا بنادیا۔ پانی کے ایک قطرہ سے بلند و بالا خوبصورت انسان بنا دیا سو چو اللہ تعالیٰ کے اس کمال کا کون مقابلہ کر سکتا ہے پھر اس قطرہ کی ایک قسم نہیں کہ صرف مرد بنائے بلکہ دوسری قسم وہ عورتوں کا وجود ہے۔

حیرت ہے کفاراتنی قدرت والی ذات رب قدوس کا انکار کرتے ہیں اور ان بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو انہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں کفار کی یہ حالت اس لئے ہے کہ شیطان اُن کا مددگار ہے اور انہیں گمراہ کر رہا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ  
اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور  
ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (۵۶) آپ کہتے ہیں  
اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو  
چاہے اپنے رب کی طرف سے راستہ اختیار  
کرے (۵۷) اور آپ اس پر توکل کیجئے جو زندہ  
ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور اس کی  
حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور وہ اپنے بندوں کے  
گناہوں کی خبر رکھنے کیلئے کافی ہے (۵۸) جس  
نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی  
سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر  
جلوہ فرما ہوا وہی رحمان ہے آپ اس کے متعلق  
کسی خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں (۵۹)

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ قُلْ  
مَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاءَ  
اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهِ سَبِيْلًا ۝ وَتَوَكَّلْ  
عَلَى الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَمُوتُ وَسَبِّحْ  
بِحَمْدِهِ وَكَفٰی بِهِ ذُنُوْبًا عَیَادًا ۝  
خَمِیْرًا ۝ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ  
وَمَا بَیْنَهُمَا فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی  
عَلَى الْعَرْشِ ۝ الرَّحْمٰنُ فَسَلِّ بِ  
خَمِیْرًا ۝

صَلَّى  
الْحَضْرَةِ

## تفسیر

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی دو عظیم صفات مقدسہ کا ذکر فرمایا گیا ہے، ایک صفت یہ کہ آپ مبشر ہیں جو لوگ اپنے حالات کی اصلاح کر لیتے ہیں اپنے رب قدوس کے حضور سر بسجود ہو جاتے ہیں عبادت و ریاضات کی دھن میں لگ جاتے ہیں آپ ان کو اللہ کی رضا جنت کے قیام، دوزخ سے بچ جانے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ دوسری صفت یہ کہ آپ لوگوں کو اللہ کی ناراضگی جہنم کے عذاب آخرت کی رسوائی سے ڈر سنا رہے ہیں، محبوب! آپ ان سے یہ کہہ دیجئے میں صبح و شام جو تمہیں ہدایت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتا ہوں، تمہاری طرف سے مشکلات برداشت کرتا ہوں، طعن و تشنیع کے تیز وار سہتا ہوں تمہاری گالیوں کے جواب میں دعائیں دیتا ہوں، ان سارے کاموں کے بدلہ میں تم سے کسی طرح کی کوئی اجرت تو لیتا نہیں، میری ان ساری کوششوں کا صلہ یہی بہت کافی ہے کہ تم حق کی راہ پر آ جاؤ، بتوں سے منہ موڑ لو اور خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت میں لگ جاؤ۔ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کر سکتا ہے یا میرے طریقہ کی اتباع کر کے بھلائی چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں محبوب کریم ﷺ کو مسلح دشمنوں، شریر لوگوں کے مقابلہ کیلئے نہایت کامیاب ہتھیار دیا جا رہا ہے، محبوب کفار کی کثرت ان کی شرارتوں کی بہتات لاؤ لشکر کے مقابلہ میں اس ہتھیار کو استعمال کیجئے وہ یہ کہ آپ اپنے رب پر بھروسہ کریں جو ہمیشہ زندہ ہے اور اس پر کبھی موت کا وار نہیں۔ اس بھروسہ کے ساتھ ساتھ اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہیں اور وہی ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہے۔ بندوں کے گناہوں سے باخبر کون ہے؟ جس نے آسمانوں اور زمین کو جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا جیسے اس کی شان کے لائق تھا، وہ رحمان ہے کسی واقف حال سے پوچھو اس کی شانوں اور رحمتوں کو جاننے کیلئے کسی جاننے والے سے پوچھا جائے۔ جاننے والے سے مراد خود رب قدوس ہے یا جبریل امین یا کتب سابقہ کے علماء یا پھر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی



ہے۔ اس پوری کائنات کے اندر رب قدوس جل مجدہ کو سب سے بہتر اعلیٰ عظیم واقف صرف ذات مصطفیٰ ﷺ ہی ہے انبیاء علیہم السلام نے خدا کو جانا مگر اس کی صفات تک ہی رہے، محبوب کریم ﷺ کے جاننے کا سب سے الگ سب سے اونچا سب سے اعلیٰ انداز یہ ہے کہ ذات خدا کو دیکھا اور خوب دیکھا حضور کے دیکھنے کے اس انداز کو قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا ”ما زاغ البصر وما طغی“۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمان کے حضور سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمان کون ہے؟ کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے متعلق تم ہمیں حکم دیتے ہو اور زیادہ نفرت کرنے لگتے ہیں (۶۰) وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سورج اور چاند چمکتا ہوا (۶۱) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہے اور اس کیلئے کہ جو چاہتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے (۶۲)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۚ تَبٰرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَنُورًا ۚ مِّنْ ذِٰلِكَ ۖ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۢ أَرَادَ أَنۢ يَّدۡرَأُوۥا ۚ أَرَادَ شُكُورًا ۝۳۷

ﷺ  
الْحَقُّ  
الْعَظِيمُ

## تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ کی صفات قدسیہ کا ذکر ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا جیسے اس کی شان کے لائق تھا، اس آیت مبارکہ میں کفار کی ایک سرکشی کا ذکر ہے کہ اس قدر کمالات والی ذات بابرکات رحمان کے بارہ میں جب انہیں سجدہ کرنے کا کہا جاتا ہے تو پوچھتے ہیں رحمان کون ہے؟ جس کے متعلق تم ہمیں سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہو، یہ ان کی طرف سے تکبر سرکشی

اور ہٹ دھرمی ہے جو کہتے ہیں ہمیں رحمان کا پتہ نہیں اور یہ کہتے ہیں ہم تو رحمان یمامہ کے بغیر کسی کو جانتے ہی نہیں اور اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھا۔

زمانہ جاہلیت میں کفار اللہ تعالیٰ کو اس نام سے نہیں پہچانتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوایا تو مشرکین نے کہا ہم رحمان و رحیم کو نہیں جانتے، آپ باسمک اللہم لکھیں۔ اس آیہ میں بھی کفار نے رحمان کے نام سے گریز کیا۔

اگلی آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا کہ وہ برکت والی ذات ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور سورج اور چاند روشن کیا، برجوں سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سے مراد یہ بارہ برج ہیں، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت پھر ایک اور کمال قدرت کا ذکر اس طرح فرمایا کہ وہ بابرکت ذات ہے جس نے دن رات کو آگے پیچھے آنے والا بنایا۔ اس کیلئے جو چاہے نصیحت حاصل کرے اور شکر گزار بنے۔

خلفہ کا معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ دن رات ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کو روشن بنایا، رات کو سیاہ بنایا، خلفہ کا ایک معنی بدل بھی ہے کہ رات دن ایک دوسرے کا بدل ہیں، رات کو عبادت رہ گئی تو دن کو ادا کر لی جائے دن کو رہ گئی تو رات کو ادا کر لی جائے، رات کو عبادت تہجد کے فضائل میں بے شمار روایات و احادیث ملتی ہیں، رات عبادت کرنے والوں کا ذکر قرآن مقدس میں اس طرح بھی ملتا ہے ان نیک لوگوں کی صفات کا ذکر ہے۔ ”کانوا قلیلاً من اللیل ما یہجعون“ رات کو بہت کم سویا کرتے ہیں ”وبالاسحار ہم یتستغفرون“ اور سحری کے وقت توبہ و استغفار میں مصروف ہوتے ہیں۔ رات کی عبادت و عظمت کا ذکر ایک حدیث پاک سے اس طرح ملتا ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے رات کے پچھلے حصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں، ہے کوئی جو مجھ سے مانگے اور میں اُسے دوں فجر تک یہ صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں“

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَلَى  
الْأَرْضِ هَوًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ  
قَالُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ  
سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ  
رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا  
كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا أَوْ  
مُكَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا  
وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے  
ہیں اور جب ان سے جاہل بحث کرتے ہیں تو وہ  
کہتے ہیں بس سلام ہو (۶۳) اور وہ لوگ جو  
اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گزار  
دیتے ہیں (۶۴) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے  
ہمارے رب ہم سے دوزخ کے عذاب کو پھیر  
دے بے شک دوزخ کا عذاب چمٹنے والا ہے  
(۶۵) بیشک وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بری جگہ  
ہے (۶۶) اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں نہ تو وہ  
فضول خرچ کرتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں اور ان  
کا خرچ میانہ روی پر ہوتا ہے (۶۷)

## تفسیر

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے نیک بندوں کی صفات بیان فرما رہا ہے، ایک صفت یہ  
بیان فرمائی کہ رحمان کے بندے زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں، رحمان کے یہ بندے خاص عزت و شرف  
والے ہیں جو زمین پر آرام و سکون و اطمینان سے چلتے ہیں، تکبر و غرور سے نہیں چلتے۔ اس انداز کے متعلق  
رب قدوس جل مجدہ کا ایک اور واضح حکم بھی ملتا ہے ”لا تمش فی الارض مرحا“ زمین میں اکڑتا ہوا نہ  
چل، تکبر و غرور سے چلنے سے نہ تو اس کی زمین کو چیر سکتا ہے نہ تیری گردن پہاڑوں سے اونچی ہو سکتی ہے،  
ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ جب یہ جاہل لوگوں سے ملتے ہیں اور ان کی سخت درشت گفتگو سنتے ہیں تو غصے  
میں نہیں آتے، پس سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔

ایک اور صفت یہ فرمائی کہ وہ رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں یعنی رب کی رضا کیلئے رات کو نماز پڑھتے رہتے ہیں، انعامات خداوندی سے ایک یہ بھی ہے اس صفت کا مصداق وہ بھی ہیں جو رب کی رضا کیلئے نماز کے بعد دو یا دو سے زیادہ رکعات پڑھ لیتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ فرماتے تھے اس رات سے اپنا حصہ لو، خواہ دو رکعت خواہ چار رکعت، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی تو یہ آدھی رات کے قیام کے برابر ہے اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی تو وہ پوری رات کے قیام کی مثل ہے۔

ایک اور صفت یہ بیان فرمائی وہ بندے یہ بھی کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے اس کا عذاب چمٹنے والا ہے دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے، یہ لوگ عبادت کے باوجود اللہ سے ڈرتے ہیں اور قیام میں سجدہ میں یہ دعا کرتے ہیں، اللہ ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے۔

ایک اور صفت یہ بیان فرمائی وہ لوگ خرچ کرتے ہوئے نہ تو فضول خرچی کرت ہیں اور اللہ کے حق کو ادا کرنے سے روکنا اقرار ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس آیہ کریمہ کے مصداق تھے، ان کا لباس بھی اتنا ہی ہوتا کہ شرم گاہ چھپ سکے، سردی گرمی سے بچ سکیں، کھانا اتنا تھا کہ بھوک دور ہو جائے، رب کی عبادت کر سکیں، صحابہ کا یہ عمل زہد و تقویٰ کی بناء پر تھا ورنہ اسلام نے اچھا کھانے اچھا پہننے پر پابندی نہیں لگائی۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح بیان فرمایا ”لینفق ذو سعة من سعة“ ”کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے اور جس پر رزق تنگ ہو اُسے چاہئے جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس میں سے حسب حیثیت خرچ کرے۔“

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ



وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ  
وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ  
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ  
ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۖ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۖ  
إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا  
فَأُولَٰئِكَ يَبْدِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ  
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اللَّهُ  
الصَّادِقُ  
الْعَظِيمُ

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی  
عبادت نہیں کرتے اور کسی ایسے شخص کو قتل نہیں  
کرتے جس کے ناحق قتل کو اللہ نے حرام کر دیا  
ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام  
کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا (۶۸)  
قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا  
اور اس میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا (۶۹)  
مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور کام اچھے  
کئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ  
نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا  
ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے (۷۰)

## تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفت کا ذکر فرمایا ہے، زمین پر آرام سے  
چلتے ہی غصے میں نہیں آتے، راتیں عبادت میں گزارتے ہیں، اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں فضول  
خرچی سے بچتے ہیں، اب ان آیات مبارکہ میں ان صفات کا ذکر ہے جن سے یہ عباد الرحمن بچے رہتے ہیں  
، ان میں پہلی بری صفت جس سے محفوظ ہوتے ہیں وہ شرک ہے اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتے۔  
دوسری بری صفت جس سے بچتے ہیں وہ ناحق قتل ہے، تیسری بری عادت جس سے بچتے ہیں وہ زنا ہے کفار  
اور سرکش لوگ انہیں عادات کو قابل فخر جانتے تھے، قتل و غارت کو بہادری سے تعبیر کرتے، زنا کو ذوق نفس کا  
بہانہ جانتے، بے حیائی کا رواج عام تھا، عزت اور خدا خونی کا تصور ہی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں بری صفات کا

ذکر کر کے فرمایا، عباد الرحمن ان بری صفات سے بچے رہتے ہیں اور فرمایا ان بری حرکات کرنے والوں کو قیامت میں دو ہر اعذاب ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں ذلت سے رہیں گے ہاں وہ شخص جو اس کے بعد خدا سے ڈرے گا اور سچے دل سے توبہ کر لی اور اچھے کام کئے تو اللہ غفور ہے رحیم ہے اس پر کرم و فضل کی بارش ہوگی اور اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ  
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهُ يُرْجٰۤی  
اِلٰی اللّٰهِ مَتَابًا وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ  
الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝۴۱  
وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوا بِآٰیٰتِ رَبِّهِمْ  
لَمْ یَخْرُوْا عَلَیْهَا صَاعِمًا وَّعُمًیًّا ۝۴۲  
یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا  
وَدَّرَجَاتِنَا فُرَقًا ۝۴۳ اَعْمٰیْنِ وَاجْعَلْ لِّلْمُتَّقِیْنَ  
اِمَّا مًا ۝۴۴

جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے تو اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا جیسے رجوع کا حق ہے (۴۱) اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو بڑے باوقار طریقہ سے گزر جاتے ہیں (۴۲) اور وہ لوگ جب انہیں ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر اندھے اور وہ لوگ جو عرض کرتے رہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کیلئے امام بنا (۴۴)

اللہ  
الصّٰدِق  
العظِیْم

## تفسیر

جن لوگوں نے اچھے کام کئے تو انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کا حق ادا کیا، اگلی آیہ پاک میں عباد الرحمن کی ایک اور عظیم صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ اور باطل کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔ سب سے بڑا جھوٹ اور باطل تو شرک و کفر ہے، اس کے بعد عام جھوٹ اور گناہ کے کام ہیں۔ آیہ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے ایسی مجلسوں سے گریز کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد مشرکین کی عیدیں ہیں، حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد گانے بجانے کی محفلیں ہیں، عمر بن قیس کہتے ہیں اس سے مراد بے حیائی اور ناچ گانے کی محفلیں مراد ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں اس سے شراب پینے پلانے کی محفلیں مراد ہیں، عباد الرحمن کی اچھی صفات میں ایک اور عظیم صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے، جب کبھی ان کا گزرا اتفاق سے کسی بے ہودہ مجلس پر ہو جائے تو وہ سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں، اس کام کو برا جانتے ہوئے شرافت سے گزر جاتے ہیں نہ ان لوگوں کی تحقیر کرتے ہیں نہ اپنے کو افضل و اعلیٰ سمجھتے ہیں اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی بُری محفل سے اتفاق نہ کرے وہاں ٹھہرے نہیں چلے گئے، حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ابن مسعود کریم ہو گئے اور یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

عباد الرحمن کی ایک اور صفت کا ارشاد اس طرح فرمایا کہ مقبول بندوں کی یہ شان ہے جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں یا انہیں آخرت یاد دلائی جاتی ہے تو وہ ان آیات پر اندھے اور بہرے لوگوں کی طرح متوجہ نہیں ہوتے بلکہ سمیع و بصیر انسان کی طرح اُن میں غور کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آیات الہیہ پر اہتمام کے ساتھ متوجہ ہونا تو بڑی نیکی ہے اور احکام پر عمل نہ کرنا ایسے ہے گویا انہوں نے نہ کلام سنا ہے نہ دیکھا ہے یہ اندھے بہرے ہو کر گرنے کے حکم میں ہے۔

عباد الرحمن کی ایک صفت اور فرمائی گئی کہ وہ اپنی اولاد اور ازواج کیلئے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ انہیں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے، دعا سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے صرف اپنے نفس کی اصلاح پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اولاد اور بیویوں کے اصلاح اعمال کیلئے بھی دعا کرتے ہیں۔ عباد الرحمن کی آخری دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں پرہیزگار لوگوں کا امام بنادے کہ ہم لوگوں کو نیکی، اصلاح، بہتری، اچھائی کی راہیں بتاتے رہیں اور لوگ دین و عمل میں ہماری اقتداء کیا کریں، ہمارے علم و عمل سے انہیں نفع پہنچے جس کا ثواب ہمیں بھی حاصل ہو، حضرت مکحول شامی فرماتے ہیں دعا کا مقصود اپنے لیے تقویٰ کا ایسا مقام حاصل کرنا ہے کہ دنیا کے متقی لوگ بھی ہمارے عمل سے فائدہ حاصل کریں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

یہی لوگ ہیں جن کو بدلہ میں بالا خانہ ان کے صبر کرنے کے باعث ملے گا اور وہاں دعا اور سلام سے ان کا استقبال کیا جائے گا (۷۵) اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بہت عمدہ ٹھکانا اور قیام گاہ ہے (۷۶) آپ کہہ دیجئے اگر تم اس کی عبادت نہ کرو تو میرے رب کو تمہاری کیا پرواہ ہے تم نے جھٹلانا شروع کر دیا تو یہ جھٹلانا تمہارے گلے کا ہار بنارہے گا (۷۷)

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرَّةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا مَحِيَّةً وَسَلَامًا ۖ خُلِدِينَ فِيهَا ۖ حَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا اَوْ مُقَامًا ۖ قُلْ مَا يَعْبُوْا بِكُمْ رَّبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَمٰنًا

صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِمُ  
الْحَمْدُ

تفسیر

عباد الرحمن کی صفات ذکر فرمانے کے بعد اب ان کی جزا اور آخرت کی بہتری کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ جنت میں خاص بالا خانوں میں ہوں گے جو مقررین کیلئے بنائے گئے ہیں۔ ابو مالک اشعری سے



روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں ایسے غرے ہوں گے جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا، عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ غرے کن لوگوں کیلئے ہیں، فرمایا جو شخص اپنے کلام کو نرم اور پاک رکھے اور ہر مسلمان کو سلام کرے اور لوگوں کو کھانا کھلائے اور رات کو اس وقت تہجد پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔ (مظہری)

ان عباد الرحمن کیلئے جنت کی دوسری نعمت کا ذکر فرمایا گیا، انہیں وہاں یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ فرشتے ان کو مبارک دیں گے اور سلام کریں گے یہاں تک مومنین کی خصوصی عادات و اعمال اور ان کے جزاء و ثواب کا ذکر تھا۔ آخری آیت پاک میں پھر کفار و مشرکین کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے، محبوب کریم! ان سے کہہ دیجئے اگر تم اس کی عبادت نہ کرو گے تو میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں، تم نے جھٹلانا شروع کر دیا تو یہ جھٹلانا تمہارے گلے کا ہار بنا رہے گا۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کے حضور تمہاری کوئی حیثیت نہ ہوتی اگر تمہاری طرف سے اللہ کو پکارنا اور اس کی عبادت کرنا نہ ہوتا کیونکہ انسان کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے جیسے دوسری آیہ پاک میں ارشاد ملتا ہے میں نے انسان اور جن کو اور کسی کام کیلئے پیدا نہیں کیا سوا اس کے کہ وہ میری عبادت کریں یہ تو ایک عام ضابطہ ہوا کہ بغیر عبادت کے انسان کی کوئی قدر نہیں۔ آخر میں منکرین رسالت کو خطاب ہے تم نے سب چیزوں کو جھٹلادیا ہے، اب اللہ کے نزدیک تمہاری کوئی وقعت نہیں، اب یہ تکذیب اور کفر تمہارے گلے کا ہار بن چکے ہیں، یہ تمہیں جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا کر کے چھوڑیں گے۔

### وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سورۃ الفرقان کا ترجمہ تفسیر مکمل ہوئے، دعا ہے یہ محنت قبول ہو اور قرآن مقدس کے باقی پارے مکمل کرنے کی توفیق نصیب ہو اور یہ مقدس کام میرے لئے قیامت کے دن نجات کا سامان ثابت ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

## سورة الشعراء

یہ سورہ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس سورہ شریف کے گیارہ رکوع ہیں اور ۲۷ (دوسو ستائیس) آیات مبارکہ ہیں۔ اس سورہ پاک میں حضور ﷺ کی اسلام کے بارہ میں صبح و شام کی جانے والی کوششوں کا ذکر ہے۔ بارگاہ قدس میں عجز و نیاز سے دینی خدمات انجام دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے، آپ کی کوششوں کے باوجود کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمی میں اضافہ ہوتا گیا جس سے حضور ﷺ کی طبیعت اطہر پر ناگواری کا بوجھ پڑا، حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے محبوب! آپ پریشان نہ ہوں، آپ نے اپنا کام کر دیا یہ ان کی عقل کا قصور ہے کہ قبول نہیں کر رہے، اس سورہ مبارکہ میں کئی جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اور ان کی قوموں کے حالات کا ذکر ہے، موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا ہے، ابراہیم علیہ السلام کی دینی خدمات کا ذکر ہے نوح علیہ السلام اور ان کے تبلیغی انداز کو بیان فرمایا گیا ہے، صالح علیہ السلام کی دعوت اور قوم کے جواب کا ذکر ہے، لوط علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کا ذکر خیر ملتا ہے۔

سورہ پاک کے آخر میں قرآن مقدس کے لاجواب کتاب ہونے کا ذکر ہے کفار سے کہا گیا ہے قرآن پاک کا انکار کرنا، شیطانی عمل ہے اس سے بچو اور اپنے کو جہنم کا ایندھن نہ بناؤ۔

سورة الفرقان اور سورة الشعراء میں مناسبت واضح پائی جاتی ہے، ان دونوں سورتوں کی ابتدائی آیات میں قرآن مقدس کی عظمت کا ذکر پایا جاتا ہے، سورة الفرقان میں ارشاد ہے وہ برکت والا ہے جس نے الفرقان کو اپنے عبد مکرّم مقام پر نازل فرمایا اور سورة الشعراء کا آغاز اس طرح سے ہے، یہ روشن کتاب کی آیات ہیں اس سورہ پاک میں قرآن مقدس کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ منکرین کو چیلنج کیا گیا ہے کہ کفار اس کی مثال قطعی طور پر نہیں لاسکتے، اس سورہ پاک کی فضیلت میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی روایات ملتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا قرآن پاک پر عمل کرو اس کے حلال کو حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام قرار دو، اس کی اقتداء کرو اس کی کسی چیز کا انکار نہ کرو اور اس کی

تشابہات کو اللہ کی طرف لوٹا دو اور فرمایا مجھے طہ اور طواسین دی گئیں، طواسین سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں طسم آتا ہے اور مجھے الحوامیم دی گئیں، حوامیم سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں حم ہے۔  
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم والا، بہت مہربان ہے

طاسین میم (۱) یہ روشن کتاب کی آیات ہیں  
(۲) (اے نبی محتشم) شائد آپ اس غم میں جان  
دیدیں گے کہ وہ ایمان لانے والے نہیں (۳)  
اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے ایسی نشانی  
نازل کر دیتے جس سے ان کی گردنیں ہمیشہ جھکی  
رہتیں (۴) جب بھی ان کے پاس رحمان کی  
طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے  
اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں (۵) سو  
انہوں نے جھٹلایا، قریب ہے ان کے پاس اس  
چیز کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے  
تھے (۶)

طَسَمَ ۖ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ  
لَعَلَّكَ بَآخِۃٔ نَفْسِكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ  
اِنْ نَّشَاۤءُ نَنْزِلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً  
فَظَلَّتْ اَعْنَآفُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ۝  
وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ  
فُحْدِثْ اِلَّا کَاۤنُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ۝  
فَقَدْ كَذَّبُوْا فَاَسْیَآتِیْہُمْ اَنْۢبِیَآءًا کَاۤنُوْا بِہِ  
یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تفسیر

بعض علماء کا نظریہ ہے کہ طسم اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے کسی نے کہا یہ سورت نام ہے، اس سلسلہ میں مظہری کا قول پسندیدہ دکھائی دیتا ہے وہ فرماتے ہیں یہ حروف اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں، اگلی آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کا ذکر فرمایا گیا کہ روشن کتاب ہے، کتاب مبین کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ یہ مقدس کتاب ہر شے کو روشن کرنے والی ہے۔ اسی مقدس کتاب نے مشکل سے مشکل مسائل حل کئے، اس کتاب نے حقیقت پر پڑے ہوئے پردوں کو اٹھایا اور حقیقت کو روشن کیا یہی وہ مبارک کتاب ہے جس میں ہر خشک وتر کا ذکر کر دیا گیا ہے اور ہر مشکل و مبہم سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے صبح و شام دن رات میں حق گوئی کا حق ادا کیا، لوگوں کو آخرت کے عذاب سے بچنے کی ہدایت کی مگر کفار کی ضد بڑھتی گئی، حضور ﷺ ان کی اس ضد سے پریشان تھے، بارگاہ قدس سے حکم ہوا، اے محبوب! شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے سے پریشان ہو کر اپنے کو ہلاکت میں ڈال لیں، آیہ پاک میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کفار کے ایمان نہ لانے پر افسوس کرنا چھوڑ دیں اور اپنے کو پریشانی میں مبتلا نہ کریں۔

حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب! اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھکی رہیں اور یہ سب کے سب مشرف بہ اسلام ہو جائیں اور انہیں قطعی طور پر انکار کی کوئی گنجائش نہ رہتی مگر ہم چاہتے ہیں کہ انسان اپنی عقل و فکر کی روشنی میں حق و باطل کا جائزہ لے اور پھر حق کو مانے تاکہ عظیم اجر کا حقدار بن سکے اور اگر برائی کی راہ پر چلے تو سزا پائے۔

قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسرے مقام پر واضح طور پر ارشاد فرمادیا ”ولو شاء ذلك لامن من الارض كلهم جميعا“ اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے مگر اس قسم کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی مصلحت کے خلاف ہے۔



اگلی آیہ پاک میں کفار کی ہٹ دھرمی اور ضد کا ذکر اس طرح فرمایا گیا: ”ان کے پاس رحمان کی طرف سے کوئی تازہ نصیحت نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے حق کی تکذیب کی، عنقریب انہیں اس امر کا پتہ چل جائے گا جس کے ساتھ وہ مذاق کیا کرتے تھے، کفار کی سرکشی بڑھتی گئی، پہلا مرحلہ تھا حق کا انکار کیا، پھر صراحت کے ساتھ اس کی تکذیب کی پھر یہ جھٹلانا بڑھتا گیا اور حق کی مخالفت بڑھتی گئی یہاں تک کہ حق کا مذاق اڑانے پرتل گئے، بالآخر کفار کی بربادی ہو گئی اور انہیں اپنے گھٹیا کردار کی سزا مل گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کتنی کثرت سے اس میں ہر طرح کے مفید پودے اُگائے ہیں (۷) بیشک اس میں (قدرت الہی کی نشانی ہے) اور ان سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے (۸) اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب اور رحم فرمانے والا ہے (۹)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْبَتْنَا فِيْهَا  
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ  
لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَنْ تَرَهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝  
وَ اِنَّ رَّبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

صَلَّى  
الْعَظِيْمُ

## تفسیر

حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کیلئے قرآن مقدس کا نزول ایک بڑی دلیل ہے جس سے کسی عقل مند کو اعتراض نہیں مگر اس کے باوجود کفار کی ہٹ دھرمی اور ضد کی انتہا ہے کہ کہتے ہیں آپ اپنی نبوت کی تصدیق کیلئے کوئی نشانی دکھائیں کہ ہمیں یقین ہو جائے، آپ اللہ کے رسول ہیں اس کے جواب میں فرمایا گیا کیا تم زمین کی طرف نہیں دیکھتے، قدرت کی نشانیاں موجود ہیں اگر تم حقیقت پسندی سے یہی چیزیں دیکھو تو کافی ہیں، تمہیں ہدایت مل جائے گی کہ ان چیزوں میں بے شمار منافع ہیں جو تم حاصل کرتے

ہو مگر اس انعام خداوندی پر غور نہیں کرتے۔ ”زوج کریم“ کا معنی نفع آور اشیاء مراد ہیں جو زمین میں پیدا ہوتی ہیں کھجور کا وہ درخت جو زیادہ پھل دے، اُسے عرب ”نخلہ کریمہ“ کہتے ہیں، اور دودھ زیادہ دینے والی اونٹنی کو ”ناقہ کریمہ“ کہتے ہیں۔ زوج کریم کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ زمین سے ہر قسم کی پیداوار جو فائدہ مند ہو یا نقصان دہ اس کی صفت کریم ہے کہ ہر شے میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے۔

اگر تم نشانی سے مراد کوئی عذاب چاہتے ہو کہ آسمان سے یا زمین سے کوئی مصیبت ظاہر ہو جو تمہیں برباد کر دے تمہارا نام و نشان مٹا دے تو اللہ اس پر بھی قادر ہے، تم عقل و فکر سے کام لو اپنی تباہی کا سامان نہ بناؤ، اگر تم اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو تو اللہ رحیم بھی ہے۔

آیہ مبارکہ میں پہلے صفت ”العزیز“ کا ذکر ہے پھر صفت رحیم کا۔ عزیز کو رحیم پر مقدم فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ وہ کفار کو سزا دینے پر قادر ہے، غالب ہے اور قاهر ہے اس کے باوجود اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ معنی یہ ہوا کفار کی سرکشی کا تقاضا ہے کہ ان پر عذاب نازل کر دیا جائے، لیکن اللہ نے اپنی رحمت سے اس عذاب کو مؤخر کر دیا ہے تاکہ جو ایمان لانا چاہیں، ایمان لاسکیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

(اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو ندا دی کہ آپ ظالم قوم کے پاس جائیے (۱۰) جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں (۱۱) موسیٰ نے کہا اے میرے رب مجھے ڈر ہے وہ مجھے جھٹلائیں گے (۱۲) اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان روانی سے نہیں چل رہی سو تو ہارون کی طرف بھی وحی بھیج دے (۱۳) اور ان

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوسٰی اَنْ اَنْتَ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اَلَا یَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّكْذِبُوْنَ ۝۱۲ وَیَضِیْقَ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقَ لِسَانِیْ فَاَرْسَلْ اِلٰی هٰرُونَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْا ۝۱۴ قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَا اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَعِیْنُوْنَ ۝۱۵

اللہ صلی علیہ وسلم

کا مجھ پر ایک الزام ہے سو مجھے خطرہ ہے وہ مجھے قتل  
کر دیں گے (۱۴) فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوگا تم  
دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ بے شک ہم  
تمہارے ساتھ ہیں ہر بات سننے والے ہیں (۱۵)

### تفسیر

حضور ﷺ کی تسلی و اطمینان کیلئے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب کفار و  
مشرکین کی سرگرمیوں سے پریشان نہ ہوں، آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی اسی قسم کے بدخواہ  
دشمنوں کا ٹاکرہ ہوا، دشمن قوی تھا مگر اللہ کی مدد نے انبیاء علیہم السلام کا ساتھ دیا اور جابر ظالم کا فربر باد ہوا،  
آپ مطمئن رہیں دنیا کی کوئی طاقت آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گی۔ اسلام کا غلبہ ہوگا تسلی کیلئے موسیٰ علیہ  
السلام کا ذکر فرمایا گیا، یاد کرو جب تیرے رب نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ظالم قوم کی طرف جاؤ یعنی فرعون  
کے ہاں جاؤ، وہ لوگ غضب خداوندی سے نہیں ڈرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ظالم فرمایا گیا اس لئے کہ  
اس قوم نے خدائے ذوالجلال کو چھوڑ کر فرعون کو معبود مانا، اس لئے کہ اس قوم نے بنی اسرائیل کو بے پناہ  
مشکلات میں ڈالا، کام زیادہ لیا مزدوری کم دی اس لیے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کا قانون بنایا۔

جناب کلیم علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی میرے اللہ مجھے ڈر لگتا ہے یہ قوم فرعون مجھے  
جھٹلائے گی ان کی سرکشی ظلم کے پیش نظر میں سینہ میں گھٹن محسوس کرتا ہوں، اور پھر اس فریضہ نبوت کو سرانجام  
دینے کیلئے وعظ و تبلیغ کی شدید ضرورت ہے اس فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کیلئے زبان کی روانی کی بڑی ضرورت  
ہے۔ میری زبان میں لگنت ہے میرے اس کام میں مدد کیلئے ہارون علیہ السلام کی طرف بھی وحی بھیج، پھر  
عرض کرتے ہیں یا اللہ تو جانتا ہے ان کا میرے ذمہ ایک جرم بھی ہے مجھے خطرہ ہے اس الزام کے باعث  
مجھے قتل کر دیں گے۔ رب قدوس نے فرمایا موسیٰ تمہاری درخواست منظور ہے، ہارون کو تمہارا شریک کار بنا

دیا گیا ہے، بے فکر ہو جائیں فرعون تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، ہم تمہاری ہر بات سننے والے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

سو دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اُسے کہو ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں (۱۶) (ہم تجھے کہتے ہیں) کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے (۱۷) فرعون نے کہا موسیٰ کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا نہیں تھا جبکہ تو بچہ تھا اور تو نے ہمارے پاس اپنی عمر کے کئی سال گزارے (۱۸) اور تو نے وہ کام کئے جو تو نے کئے اور تم ناشکروں میں سے تھے (۱۹) موسیٰ نے کہا میں نے وہ کام اس وقت کیا جب میں ناواقف تھا (۲۰)

فَاْتٰیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا ۚ اَوَلٰی کُنْتَ فِیْنَا مِنْ عُمَرٰکَ سِنِیْنَ ۝ ۱۸ ۚ وَفَعَلْتَ فَعَلَتِکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ ۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَا اِذَا وَاَنَا مِنَ الصّٰٰلِحِیْنَ ۝ ۲۰

صَلَّى  
الْعَظَمَاءِ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں موسیٰ، ہارون علیہما السلام دونوں کو حکم تھا کہ ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں دونوں بھائیوں کو اپنی نصرت کرم و فضل کا یقین دلا کر عظیم محاذ پر روانہ کر دیا گیا اور فرمایا گیا دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اُسے کہو ہم خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور ہم تجھے کہتے ہیں ہماری قوم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور اپنی غلامی سے آزاد کر دے تاکہ ہم انہیں لے کر اپنے آبائی وطن ہجرت کر جائیں۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے فرعون کے سامنے ڈٹ کر کلمہ حق کہا، پہلی بات تو یہ کہی کہ ہم رب کی طرف سے رسول ہیں، دوسری بات یہ کہی کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج، ظالم حکمران



کے سامنے حق بات کہنا بہترین جہاد ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دونوں باتیں فرعون کو نہایت ناگوار گزریں کہ وہ تو خود اپنے کورب کھلواتا تھا، کسی اور رب کو وہ کیسے برداشت کرتا، بنی اسرائیل کو انکے ساتھ کیسے بھیج دیتا وہ تو بنی اسرائیل سے خدمات لیتا۔ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج کر اپنی قوم کو بے دست و پا کیسے کرتا، اپنے ملک کی آبادی کو بربادی میں کیسے بدلتا، اپنے ملک کا معاشی نظام تباہ کیسے کرتا۔

موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیتا ہے، موسیٰ! کیا تو وہی نہیں جسے ہم نے بچپن میں پالا تھا اور تو ہم میں دیر تک رہا اور آج تو ہمیں ایک نئی راہ بتا رہا ہے، جو میری ربوبیت کے خلاف ہے اور تم نے وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کو حق بات سنانے کیلئے ایک سال تک دروازے پر منتظر رہے، انہیں دربار فرعون میں جانے کی اجازت نہ ملی، آخر دربان نے ایک دن فرعون سے کہا باہر ایک شخص کھڑا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، فرعون نے کہا اُسے بلاؤ کہ بات کریں، فرعون کی اجازت پر دونوں بھائی اندر گئے اور پیغام حق سنایا، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا اور اپنی نعمتیں گنوائیں، کہ ہم نے تجھے بچپن میں پالا تھا تو ہم میں دیر تک رہا، ایک روایت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاں تیس سال رہے تھے، فرعون نے کہا موسیٰ! تم ناشکروں میں سے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے اس الزام کا جواب دیا کہ موسیٰ! تو نے ایسا کام کیا جو تو نے کیا اس سے فرعون کی مراد یہ تھی کہ تو نے میری قوم کے ایک فرد کو قتل کر دیا تھا آپ نے فرمایا یہ کام میں نے اس وقت کیا جب مجھے پتہ نہ تھا کہ یہ قطعی ایک گھونسا مارنے سے مر جائے گا، میں نے تو اُسے تنبیہ کے طور پر مارا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے ایک فرد پر زیادتی کر رہا تھا، میرا ارادہ اس کے قتل کا نہ تھا نہ ہی میرے پاس کوئی قتل کرنے کا آلہ تھا، آپ نے فرعون کو جواب دے کر فرمایا، تیرا مجھے ناشکروں میں قرار دینا صحیح نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے احسانات جتانے کی زبردست تردید کی کہ فرعون تیرا مجھے پالنا کوئی

احسان نہیں تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا، بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کروا تا تیرے اس عظیم ظلم سے میری پرورش کا احسان ختم ہو گیا، میری پرورش میری ماں نے کی یا ان لوگوں نے کی جنہیں تو نے غلام بنا رکھا تھا، اس صورت میں تیرا مجھ پر کوئی احسان نہیں کہ میری پرورش کرنے والی میری ہی قوم تھی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

جب مجھے تم سے خطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے پاس سے چلا گیا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنایا (۲۱) اور کہا تو مجھ پر یہ احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے (۲۲) فرعون نے کہا رب العالمین کی کیا تعریف ہے (۲۳) موسیٰ نے کہا وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین رکھنے والے ہو (۲۴) فرعون نے اپنے گرد بیٹھنے والوں سے کہا کیا تم غور سے سن رہے ہو (۲۵) موسیٰ نے کہا وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے (۲۶) فرعون نے کہا (اے لوگو) بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون ہے (۲۷)

فَقَرَّرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝  
وَبَلَّغَكَ نِعْمَةً تَمُنُّهَا عَلَىٰ أَنْ عَيْدَتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝  
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ إِلَّا تَسْتَعْجِلُونَ ۝  
قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝  
قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۝

اللہ  
اصطفیٰ  
العظیم

## تفسیر

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ناشکری کے الزام کا جواب دیا اور اس کا جواب دیا جو فرعون نے کہا تھا تو نے ایسا کام کیا جو کیا یعنی قبطی کو مارا تو آپ نے فرمایا تھا میں نے یہ کام اس وقت کیا تھا جب مجھے خبر نہ تھی یعنی اس وقت مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میرے ایک گھونسے مارنے سے یہ مرجائے گا، میں نے تو اُسے ادب سکھانے کیلئے گھونسا مارا تھا کہ وہ قبطی بنی اسرائیل پر ظلم کر رہا تھا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جب مجھے تم سے خطرہ محسوس ہوا، تو میں تمہارے پاس سے چلا گیا میں نے سنا تھا تمہارے درباری مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو پھر میں مصر چھوڑ کر مدین کی طرف چلا گیا موسیٰ علیہ السلام نے اس وضاحت سے یہ بتایا کہ نہ میں نے کوئی ناشکری کی ہے اور نہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان ہے بلکہ تم نے میرے ساتھ بدسلوکی کی جو کام مجھ سے سہواً ہوا تھا تم نے اس کی وجہ سے میرے قتل کا منصوبہ بنایا تم نے میرے ساتھ بدسلوکی کی مگر میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا مجھ پر تو یہ احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے۔

فرعون نے کہا رب العالمین کی تعریف کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، فرعون نے اپنے حواریوں اور حاشیہ نشینوں سے کہا کیا تم غور سے سن رہے ہو (موسیٰ کیا کہہ رہا ہے)، موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ آسمانوں اور زمینوں کا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے، موسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات کے جواب میں فرعون نے اپنے حواریوں سے کہا، اے لوگو! بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون ہے۔ کہ میں نے اس سے رب العالمین کی حقیقت پوچھی ہے اور اس نے کہا وہ آسمانوں زمینوں کا خدا ہے میرا سوال اور ہے جواب اور ہے یہ اس کے مجنون ہونے کی دلیل ہے، موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی حقیقت پر تبصرہ نہیں

کیا اس مسئلہ میں الجھنے کی بجائے آپ نے دلائل و شواہد کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائی کہ اگر غور و فکر کیا جائے تو انسان رب العالمین کو پہچان سکتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا  
بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَیْنِ  
اَتَّخَذْتُ الْهَآءِ غَدِیْرًا لَّجَعَلْتُكَ  
مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ  
بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاَنْتَ بِهٖ اِنْ كُنْتَ  
مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِیَ  
تُجِبٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿٣٢﴾ وَتَنْزَعُ يَدُكَ فَاِذَا هِیَ  
بِیْضَآءٌ لِّلنَّظَرِیْنَ ﴿٣٣﴾

اللّٰهُ  
صَلَّى  
عَلَيْهِ  
وَاٰلِهٖ  
سَلَامٌ

موسیٰ نے (پھر) کہا وہ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو (۲۸) فرعون نے کہا (اے موسیٰ) اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قیدیوں میں شامل کر دوں گا (۲۹) موسیٰ نے کہا خواہ میں تمہارے پاس کوئی روشن دلیل بھی لے آؤں (۳۰) فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ (۳۱) پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اسی وقت اڑ دھا بن گیا (۳۲) اور انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کیلئے چمکتا ہوا بن گیا (۳۳)

## تفسیر

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے بحث کے دوران یہ سوال کیا کہ موسیٰ یہ بتاؤ، رب العالمین کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا بھی رب ہے، اس جواب کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا جواب دیا کہ رب وہ ہے جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا بھی رب ہے، اس دوسرے جواب پر فرعون طیش میں آیا اور حواریوں سے کہا یہ دیوانہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ سخت



گالی دینا فرعون کی جہالت تھی اور دلیل تھی، فرعون موسیٰ علیہ السلام کے جوابات سے بوکھلا گیا ہے، فرعون کی سخت کلامی کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں سخت کلامی نہیں کی بلکہ اپنا پہلا ہی اسلوب بیان جاری رکھا اور تیسرا جواب دیا کہ اگر تم عقل رکھتے ہو تو سوچو وہ مشرق و مغرب کا رب ہے کیا فرعون سورج کو مغرب و جنوب و شمال سے لاسکتا ہے کیا فرعون سورج اور چاند کے طلوع و غروب میں کمی بیشی کر سکتا ہے، کیا فرعون دن رات کے آنے جانے میں کوئی تبدیلی لاسکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مانو کہ فرعون خدا نہیں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے اس مباحثہ میں ایک واضح ہدایت مل رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سخت کلامی کے جواب میں کوئی سخت فقرہ نہیں کہا آپ نے حسب سابق انداز نرم ہی رکھا ہے، بحث و مناظرہ کرنے والے لوگوں کو بھی یہ انداز اختیار کرنا چاہئے، یہ انداز دشمن کے مقابلہ میں کامیابی کا ضامن ہے، فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کے محققانہ انداز کا جواب نہ دے سکا تو دھمکیوں پر اتر آیا اور کہا موسیٰ میں تمہیں قید کر لوں گا، قید کا ذکر اس لئے کیا کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے اس ظالم کی قید کس قدر سخت سزا ہے مجرم کو گھرے، اندھے کنوئیں میں ڈال دیتا تھا یہ قتل کی نسبت بہت سخت تھا، اس کنوئیں میں نہ کچھ سنائی دیتا تھا نہ دکھائی، اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خواہ میں کوئی روشن دلیل بھی لے آؤں، پھر بھی تو ضد پر اڑا رہے گا، فرعون نے کہا موسیٰ اگر تو سچا ہے وہ چیز لا دکھا کیا دلیل ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا جو یکا یک ایک اڑدھا بن گیا اور آپ نے فرعون کو دوسرا معجزہ دکھایا، اپنی بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو سورج کی شعاعوں کی طرح روشن تھا اور لوگوں کی نگاہیں اس سے خیرہ ہو رہی تھیں اور جب دوبارہ بغل میں ڈالا تو پھر پہلے کی طرح ہو گیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

قَالَ لِلْمَلَاحِقَةِ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلَيْهِ  
يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ  
فَإِذَا تَأَمَّرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ  
وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝  
يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرٍ عَلَيْهِمْ فُجُوعَ السَّحَرَةِ  
لَيْسَ يَأْتِيكَ يَوْمَ مَعْلُومٍ ۝ وَقِيلَ لِلنَّاسِ  
هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَبِعُونَ ۝ لَعَلَّكُمْ تَتَّبِعُونَ  
السَّحَرَةَ إِنَّ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

(یہ دیکھ کر) فرعون نے اپنے پاس بیٹھنے والے  
دربار یوں سے کہا واقعی ہی یہ ماہر جادوگر ہے  
(۳۴) یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے ملک سے جادو  
کے ذریعہ نکال دے، اب بتاؤ تمہاری کیا رائے  
ہے (۳۵) فرعون نے بولے اسے اور اس کے بھائی  
کو کچھ مہلت دے دو اور ہر شہر میں سے ماہر  
جادوگر بلانے کیلئے کسی ہر کارے کو بھیج دیں  
(۳۶) کہ وہ تیرے پاس تمام ماہر جادوگر اکٹھے کر  
دے (۳۷) (چنانچہ) ایک مقررہ وقت پر تمام  
جادوگر اکٹھے کر لیے گئے (۳۸) اور لوگوں سے کہلا  
یا گیا تم مقابلہ دیکھنے کیلئے اکٹھے ہو گئے ہو (۳۹)  
شائد ہم جادوگروں کی پیروی کرتے ہیں اگر وہ  
(موسیٰ و ہارون پر) غالب آجائیں (۴۰)

### تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات عصا کا اڑدھا بننا اور ہاتھ کا چمکنا جب ظاہر ہوئے اور ان معجزات نے  
ماحول میں تہلکہ مچا دیا تو فرعون نے ساتھیوں سے پوچھا، بتاؤ اب کیا کرنا چاہئے انہوں نے کہا کسی ماہر کو تیار  
کریں وہ تمام شہروں سے جادوگر اکٹھے کر لائے اور ان کے ذریعہ سے عبرتناک شکست دی جائے، چنانچہ وہ  
جادوگر ایک مقررہ وقت پر اکٹھے کر لیے گئے۔ معین وقت سے مراد یوم الزینت ہے، اور وقت سے مراد  
چاشت کا وقت ہے جیسے سورہ طہ رکوع سوم میں عنوان ملتا ہے۔ اس مقابلہ کو دیکھنے کیلئے قبیلوں کے قومی دن

یوم الزینت مقرر کیا گیا یہی یوم نیروز ہے تاکہ یہ عظیم مقابلہ دیکھ سکیں، وقت صبح کا طے ہو گیا تھا کہ اچھی طرح دیکھا جاسکے اور لوگوں سے کہا گیا جادوگر کامیاب ہو گئے تو ہم ان کی اتباع کریں گے، موسیٰ علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اکٹھے ہوں اور حق دیکھ لیں یہ اللہ کا کرم تھا کہ فرعون کو بھی یہ بات سوجھی کے اجتماع زیادہ ہو، فرعون کی یہ رائے موسیٰ علیہ السلام کی خواہش کے مطابق تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ جن لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھا تھا کہ وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا ہے۔ آپ کے اس معجزے نے لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور فرعون کی خدائی کے عقیدہ سے متزلزل ہو گئے تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

جب جادوگر آگئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آگئے تو کیا ہم کو انعام ملے گا (۴۱) فرعون نے کہا ہاں، اس صورت میں تم میرے خاص مقربین سے ہو جاؤ گے (۴۲) موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا تم ان چیزوں کو لاؤ جو تم لانے والے ہو (۴۳) تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لٹھیاں ڈالیں اور کہا فرعون کی عزت کی قسم یقیناً ہم ہی غالب ہیں (۴۴)

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ اَيْنَ لَنَا لَكِبْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذَا الْاِسْنِ الْمَقْرَبِينَ ۝ قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى الْقُوَا مَا اَنْتُمْ مُّقْبُونَ ۝ قَالُوا جِبَالُہُمْ وِعَصٰیہُمْ وَاَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۝

ﷺ  
الْحَقُّ  
الْعَظِيمُ

تفسیر

پھر فرعون نے پورے ملک سے بڑے بڑے جادوگروں کو بلا لیا اور وقت مقررہ پر اکٹھے ہو گئے، قبطیوں کا عید کا دن تھا لوگ اس عظیم معرکہ کو دیکھنے کیلئے بے تاب تھے جادوگروں نے فرعون سے کہا یہ بہت بڑا معرکہ ہے اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو ہمیں انعام ملے گا، فرعون نے کہا ہاں اس صورت میں تم میرے

خاص مقربین سے ہو جاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا جو کچھ پھینکنا چاہتے ہو پھینکو اس موقع پر یہ سوال ذہن میں نہیں آنا چاہئے کہ جب جادو کفر تھا تو آپ نے کفر کرنے کی اجازت کیوں دی، موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ ایمان لے آئیں اور ان کا ایمان لانا اس پر موقوف تھا، وہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں اور شکست کھا کر حق کا اعتراف کر لیں۔

جادوگروں کو جادو کرنے کی اجازت دینے میں یہ بھی اشارہ تھا کہ جو مرضی ہے کر لو مجھے تمہارے کسی کام کا ڈر نہیں، میرے نزدیک تمہارے جادو کی کوئی اہمیت نہیں اگر موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا پہلے ڈال دیتے اور وہ اثر دہا بن کر دوڑتا تو لوگ ڈر کر بھاگ جاتے اور مقابلہ ہوتا ہی نہ اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ ظاہر ہوتا۔ اب جادوگروں نے اپنا کام دکھانے میں پہل کی اور رسیاں لاٹھیاں پھینک دی اور بڑے وثوق تکبر اور غرور سے کہا، فرعون کی عزت کی قسم ہم ہی غالب آئیں گے۔ جادوگروں نے یہ دیکھا کہ موسیٰ کے پاس صرف ایک لاٹھی ہے اور ہمارے پاس بے شمار لاٹھیاں ہیں تو کہہ دیا کہ ہم غالب ہوں گے۔

جادوگروں کی یہ لاٹھیاں رسیاں سانپوں کی شکل میں دوڑتی دکھائی دینے لگیں کیا یہ واقعی سانپ بن کر دوڑ رہی تھیں، سورہ اعراف شریف میں اس طرح فرمایا گیا ”سَحَرُوا عَيْنَ النَّاسِ“ لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا۔ سورہ طہ میں یہ عوان اس طرح ملتا ہے ”يَخِيلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنِهَا تَسْعَى“ موسیٰ علیہ السلام کو محسوس ہوا، ان کی رسیاں لاٹھیاں دوڑتی آرہی ہیں، جادو ایک خلاف عادت کام ہے جو کسی شریر فاسق کے اعمال مخصوصہ کے ذریعہ صادر ہوتا ہے جادو کا ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، جادو سے پناہ مانگنے کا درس دیا گیا ہے۔ قرآن مقدس کی آخری دونوں سورتیں پناہ کا درس دیتی ہیں۔ (واللہ ورسولہ اعلم)  
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ



قَالَ لَقِيَ مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا  
يَأْفِكُونَ ۖ قَالَ لَقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ۖ قَالُوا  
أَمْثَلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ رَبُّ مُوسَى وَهَارُونَ  
قَالَ أَمْثَلُكُمْ لَكَ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ إِلَهُ  
لَكِبِيزُكُمُ الَّذِي عَلَيْكُمُ السِّحْرُ فَلَسَوْفَ  
تَعْلَمُونَ ۖ

للہ  
الصلوة  
العظيمة

پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنا عصا ڈال دیا تو  
اچانک وہ اُن کی شعبدہ بازیوں کو ننگے لگا (۴۵)  
سو اسی وقت تمام جادو گر سجدے میں گر گئے  
(۴۶) انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان  
لے آئے (۴۷) جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے  
(۴۸) فرعون نے کہا تم مجھ سے اجازت لیے  
بغیر اس پر ایمان لے آئے ہو یقیناً وہی تمہارا بڑا  
جادو گر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے  
عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا

## تفسیر

اب مقابلہ شروع ہو گیا، جادو گروں کی ہزاروں رسیاں لاٹھیاں سانپوں کی طرح دوڑنے لگیں تو موسیٰ  
علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈال دیا یہ مقدس عصا اثر دہا کی طرح بھرا ہوا ہے اور ان رسیوں کو نگل رہا ہے،  
جو سانپوں کی طرح دکھائی دے رہیں تھیں، پورا مجمع حیرت زدہ ہو گیا جب جادو گروں نے یہ عظیم واقعہ دیکھا  
تو اُن کے چھکے چھوٹ گئے، جلیل القدر نبی کے عظیم معجزہ نے انہیں ہلا کر رکھ دیا، کلیم علیہ السلام کی سچائی کی  
حقیقت ان پر اچھی طرح واضح ہو گئی اور انہوں نے برملا اعلان کر دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے  
ہیں، جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔

جادو گروں کا یہ اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی کہ فرعون جیسے ظالم جابر حکمران کے خلاف ایمان کا اعلان  
کر دیا یہ ایک حیرت انگیز چیز تھی یہ ایمان کا اعلان وہ گہرا رنگ چڑھ جانے کا مظاہرہ ہے کہ قیامت و آخرت  
انہیں نظر آنے لگی، آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہونے لگا۔ جادو گروں کا یہ اعلان کرنا کہ ہم رب العالمین پر

ایمان لے آئے ہیں جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے اگر ان دونوں انبیاء کا ذکر نہ کرتے اور صرف رب العالمین پر ایمان لانے کا اعلان ہوتا تو فرعون کہہ سکتا تھا کہ رب العالمین میں ہی ہوں، موسیٰ و ہارون کا ذکر کر کے فرعون پر ضرب لگائی ہے کہ ہم اس رب کے قائل ہیں جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ اب فرعون نے لوگوں کو معتقد کرنے کیلئے جادو گروں پر الزام لگا دیا کہ تم مجھ سے اجازت لئے بغیر اس کو مان رہے ہو یقیناً یہی تمہارا بڑا جادو گر ہے، جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، اب بہت جلد تمہیں اس حرکت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کہ اس قدر جلدی موسیٰ کی طرف مائل ہو گئے ہو تم نے اپنے حق کا صحیح مظاہرہ ہی نہیں کیا اور شکست کھا گئے ہو، جادو گروں پر یہ فرعون نے الزام لگایا کہ تم موسیٰ کے شاگرد ہو تمہاری آپس میں ملی بھگت ہے، فرعون نے جادو گروں کو شدید سزا کی دھمکی بھی دی جس کا ذکر اگلی آیہ کریمہ میں موجود ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو مخالف جانب سے کاٹ ڈالوں گا اور میں ضرور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا (۴۹) انہوں نے کہا کوئی پرواہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں (۵۰) بے شک ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو بخش دے کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں (۵۱)

لَا قُطْعَنَ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ  
وَلَا وَصَلَبَكُمْ اَجْمَعِينَ ﴿٤٩﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ  
اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ  
يُّعْزِلَنَا رَبُّنَا خَطِيْئَاتِنَا اَنْ كُنَّا اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾

صَلَّى  
الْحَقَّ  
الْعَظِيمَ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ فرعون نے جادو گروں سے کہا میری اجازت سے پہلے ہی تم ایمان لے آئے ہو قریب ہی تمہیں اس کی سزا مل جائے گی اور تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا فرعون کی یہ بات سن کر ایمان

والے جادوگروں نے کہا کوئی پرواہ نہیں، ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہماری خواہش ہے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں، جادوگروں کے زبردست بے خوف بلا جھجک جواب سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو چکے تھے کہ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت انہیں موقوف سے ہٹا نہ سکی، ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا تھا انہوں نے اپنے گناہوں کی معافی کا ذکر کیا کہ نبی کے مقابلہ میں جادو چلایا اور مجرم اس گناہ کی معافی چاہتے تھے، یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ ساری زندگی فرعون کو خدا کہنے والے موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر ظالم بادشاہ کے خلاف ایمان کا اعلان کر دیں اور برملا کہیں جو مرضی ہے کر لے ہم ایمان سے نہیں پھریں گے، جادوگروں کی یہ حق گوئی بھی موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے، ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہہ دینا بہترین جہاد ہے۔ جادوگروں کا یہ کہنا کہ ہم سب پہلے ایمان والے ہیں کا معنی یہ ہے کہ اس دور میں موسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان والے یہی ہیں۔

یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اس میدان میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے یہی ایمان لائے، یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جادوگروں میں سب سے پہلے ایمان والوں میں یہی ہیں یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے پہلے ایمان لانے والے یہ ہیں، انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق کہا، فرعون نے اپنے اعلان کے مطابق انہیں سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعَبَادِنَا  
إِنَّكَ مُتَّبَعُونَ ۖ فَارْسِلْ فِرْعَوْنَ فِي  
الْمَدَائِنِ حَشِيرِينَ ۚ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشُرُومَةٌ  
قَلِيلُونَ ۖ وَاتَّخَذُوا لَنَا آيَاطُونَ ۖ وَأَنَّا  
لَجَمِيعٌ خَبِيرُونَ ۖ فَآخَرَجْنَاهُمْ مِّنْ  
جَدَّتِ وَعُيُونٍ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۚ  
كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی کی کہ آپ  
میرے بندوں کو راتوں رات نکال کر لے جائیں  
کیونکہ آپ سب کا پیچھا کیا جائے گا (۵۲) پھر  
فرعون نے جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دیا  
(۵۳) کہ بے شک یہ جماعت (بنی اسرائیل)  
کم تعداد میں ہے (۵۴) اور بے شک وہ ہم کو  
غضب میں لانے والے ہیں (۵۵) اور بے  
شک ہم لوگ ان سے محتاط ہیں (۵۶) سو ہم نے  
ان (فرعونیوں) کو ان کے باغات اور چشموں  
سے نکال دیا (۵۷) اور ان کے خزانوں اور عمدہ  
مسکنوں سے (۵۸) یہ واقعہ اس طرح ہوا اور ہم  
نے بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا (۵۹)

## تفسیر

پورے مصر سے آئے ہوئے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا زبردست اثر دہا بننا اور ہزاروں  
لاٹھیوں کو نگنادیکھ لیا اور یہ عظیم منظر دیکھا کہ موسیٰ و ہارون دو بندوں نے لاکھوں کا مقابلہ کس دھڑلے سے کیا  
اور شکست دی۔ چاہئے تھا جادو گروں کی شکست اور ان کے ایمان لانے کو دیکھ کر سبھی لوگ بارگاہ قدس میں  
سرسجود ہو جاتے مگر فرعون کی ہیبت اور ظلم سے ڈرتے رہے اور پہلے کی طرح ہی فرعون کی ربوبیت کو مانتے  
رہے، چنانچہ دیر تک مصری لوگ اپنی اُسی ڈگر پر چلتے رہے، اس قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے کئی معجزات  
دیکھے مگر ایمان نہ لائی، بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی ہم آپ کے آنے سے پہلے بھی



مصیبت میں رہے اور آپ کے آنے کے بعد بھی وہی دکھ ہے، جب فرعون کے مظالم حد سے گزر گئے تو رب قدوس جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات یہاں سے چلے جاؤ، فرعونی تمہارا پیچھا کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام اس حکم خداوندی کی روشنی میں بنی اسرائیل کو بحر قلزم کی طرف لے گئے، بنی اسرائیل نے اپنی کسی تقریب میں شامل ہونے کیلئے فرعونیوں سے زیور لیے ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے، صبح فرعون نے پیچھا کرنے اور انہیں پکڑنے کیلئے لوگ اکٹھے کئے کہ پکڑنے کی کوشش کی جائے، بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی اور فرعون لشکر اس سے کہیں زیادہ تھا، فرعون نے کہا اگر چہ وہ تعداد میں مختصر ہیں مگر ان کے پکڑنے میں ہمیں احتیاط چاہئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

دن کے روشن ہوتے ہی فرعونیوں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا (۶۰) پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ نے کہا ہم یقیناً پکڑے گئے (۶۱) موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے جو یقیناً میری راہ نمائی فرمائے گا (۶۲) تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ آپ اپنا عصا سمندر پر ماریں تو یکا یک سمندر پھٹ گیا اس کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا (۶۳) اور دوسروں کو ہم اس جگہ کے قریب لے آئے (۶۴)

فَاتَّبَعُوهُمْ فُتْرِيقَيْنِ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَا الْجَمْعَيْنِ  
قَالَ اَصْحٰبُ مُوسٰی اِنَّا لَمُدْرٰكُوْنَ ۝۶۱  
قَالَ كَلَّا اِنَّ فِیْ رَبِّیْ سَیِّدٰیْنِ ۝۶۲  
فَاَوْحٰیْنَآ اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ  
الْبَحْرَ فَاَنفَلَتْ فَاَکَانَ كُلُّ فِرقٍ کَالطُّوْدِ  
الْعَظِیْمِ ۝۶۳ وَاَزَلَمُنَا ثَمَمَ الْاٰخِرِیْنِ ۝۶۴

صَلَّى  
الْحَضْرَةِ

## تفسیر

چنانچہ صبح ہوتے ہی بنی اسرائیل کا پیچھا کیا گیا جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو بنی اسرائیل پریشان ہو گئے، سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے، پیچھے ظالم بادشاہ کی جرافوج ہے گھبرا کر کہنے لگے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی شان نبوت کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور بڑے مطمئن ہیں، آپ پر فرعون کے جوار لشکر کا کوئی اثر نہیں ہوا، گھبراہٹ قطعاً نہیں، پریشانی کا نام و نشان نہیں۔ قوم سے فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ تمہیں پکڑ لے فرمایا میرے ساتھ میرا رب ہے، میں اُسی کے حکم کے تحت تمہیں لے کر نکلا ہوں۔

ایسا ہی ایک موقعہ حضور سید عالم ﷺ کو پیش آیا ہے ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دشمن کے آنے اور پکڑنے کا خطرہ محسوس کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ”لَا تَحْزَنُ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ ابوبکر! غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

شان کلیسی اور شان مصطفوی کا ذرا موازنہ کرتے جائیں، موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا ”اِنَّ رَبِّيْ مَعِيَ“ بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ اللہ ہمارے ساتھ ہے، موسیٰ علیہ السلام رب کا ذکر کرتے ہیں اور ربوبیت صفت ہے، حضور ﷺ اللہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ذات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میرا رب میرے ساتھ ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے، موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اپنے ساتھ نہیں ملایا، حضور ﷺ نے صدیق اکبر کو اپنے ساتھ ملایا ہے اور فرمایا ”اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ یہ حضور ﷺ کی اُمت کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد بھی اپنے رسول پاک ﷺ کے ساتھ معیت الہیہ سے سرفراز ہیں۔

جب بنی اسرائیل نے پریشانی کا ذکر کیا تو ہم نے موسیٰ کو فرمایا اپنا عصا سمندر میں مارو جب عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ پہاڑ کی طرح ہو گیا، پانی کی لہریں بلند پہاڑوں کی طرح ٹھہر گئیں، یہ بھی

موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا، پانی کا متعدد اطراف سے خشک ہو کر پہاڑ کی طرح دکھائی دینا بھی معجزہ تھا، اس وقت ایک شدید آندھی آئی جس سے فرعونیوں کو راستہ کا پتہ نہ چلتا تھا، یہ بھی معجزہ تھا، پانی کا بارہ (۱۲) دیواریں بن جانا اور پھر پانی کی دیواروں سے ادھر ادھر کے لوگوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا یہ بھی معجزہ تھا، فرعونیوں کو اسرائیلیوں کے قریب لانا فرعونیوں کے غرق کرنے کیلئے تھا، پانی میں بہتے ہوئے خشک راستوں کا اس وقت تک باقی رہنا کہ بنی اسرائیل سمندر عبور کر لیں الگ معجزہ تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہم نے نجات دی (۶۵) پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا (۶۶) بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے (۶۷) اور بے شک آپ کا رب ہی بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے (۶۸)

وَاٰتَيْنَا مُوسٰی وَمَنْ تَعَاۤءَ اٰجَمِعِیۡنَ ﴿۶۵﴾  
ثُمَّ اَعْرَضْنَا الْاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ  
لَاٰیۃٍۭ لِّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّوْمِنِیۡنَ ﴿۶۷﴾  
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۶۸﴾

صَلَّى  
الْعَظَمِیۡمِ

## تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا مارا تو بارہ راستے بن گئے، بنی اسرائیل بڑے اطمینان کے ساتھ ان راستوں پر چلے اور سمندر کو طے کر لیا گویا یہ خشک راستہ تھا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت امن اور عافیت کے ساتھ کنارے لگا دیا، موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے یہ بھی ایک معجزہ تھا فرعون اور اس کا لشکر قریب آچکا تھا انہوں نے بھی یہ خشک راستے دیکھے اور سمندر میں داخل ہو گئے، جونہی وہ سارے کے سارے اندر آ گئے تو سمندر نے حسب معمول چلنا شروع کر دیا، پانی کی دیواریں ختم ہو گئیں اور یہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔

فرمایا گیا اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ ان فرعونوں میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اس میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ محبوب آپ نے کفار مکہ کو بہت معجزات دکھائے، انہیں اسلام میں لانے کی بہت کوشش کی ان کی تبلیغ کیلئے دن رات ایک کیا مگر وہ ایمان نہ لائے، آپ کفار کے اس معاملہ سے پریشان نہ ہوں، یہ معاملہ جو آپ کے ساتھ پیش آیا، کوئی نئی بات نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے بھی قوم کو بہت سے معجزات دکھائے مگر قوم فرعون سے اکثر ایمان نہیں لائے، آپ پریشان نہ ہوں اس واقعہ میں کفار مکہ کیلئے درس عبرت ہے کہ قوم فرعون نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا، آخر کار نبی کی مخالفت کے باعث وہ سارے کے سارے سمندر میں غرق ہو گئے، قریش مکہ تمہیں چاہئے کہ ہمارے رسول کی مخالفت سے بچو اور اپنی اصلاح کرو ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ  
 وَاٰتٰلُ عَلَيْهِمْ نَبَا اِبْرٰهِيْمَ ۝۱۹ اِذْ قَالَ  
 لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲۰  
 قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنُكَلِّلُهَا غُلٰمًا ۝۲۱  
 قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝۲۲  
 اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝۲۳ قَالُوْا بَلَّ  
 وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۲۴  
 قَالَ اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۲۵  
 اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ اَلَا قَدْ فُتِنُوْا ۝۲۶ فَلَهُمْ  
 عَذُوْبٌ اَلِيْمٌ ۝۲۷

اور اُن کے سامنے ابراہیم کی خبر بھی پڑھیے (۶۹)  
 جب انہوں نے اپنے باپ اور اس کی قوم سے  
 کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ (۷۰) انہوں  
 نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں سو ہم  
 انہیں کیلئے جم کر بیٹھے رہتے ہیں (۷۱) ابراہیم  
 نے کہا کیا وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں جب تم انہیں  
 پکارتے ہو (۷۲) یا وہ تمہیں نفع اور نقصان بھی  
 پہنچاتے ہیں (۷۳) انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم  
 نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے  
 پایا، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اچھا

ﷺ  
 الصّٰلِحِیْنَ



یہ بتاؤ کہ تم کن کی عبادت کرتے رہے تھے  
(۷۵) تم اور تمہارے پہلے باپ دادا (۷۶) بے  
شک وہ (سب) میرے دشمن ہیں (کوئی برحق  
معبود نہیں) سوارب العالمین کے (۷۷)

### تفسیر

حضور سید عالم ﷺ کفار مکہ کی ضد نہ ماننے، مخالفت کرنے پر دل برداشتہ تھے تو اس سورہ پاک میں  
موسیٰ و فرعون کا ذکر فرما کر محبوب کو تسلی دلائی گئی کہ محبوب آپ پریشان نہ ہوں اس قسم کے واقعات پہلے نبیوں  
کے ساتھ بھی پیش آئے، موسیٰ و فرعون کے واقعہ کے بعد ایک اور عظیم پیغمبر جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ  
السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ انہیں بھی اپنی قوم سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، دکھ اٹھانے پڑے، آپ  
ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے، جب انہوں نے باپ آزر اور اپنی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے  
ہو، یہاں باپ سے مراد ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر ہیں، آپ کے باپ کا نام تارخ تھا چونکہ چچا آزر  
نے آپ کی تربیت کی تھی، اس لیے باپ کہا گیا (عربی میں چچا پر باپ کا اطلاق آتا رہتا ہے)۔

تفسیر مظہری میں اس طرح تفصیل ہے کہ آزر کو باپ کہا گیا ”لکونہ عماد مریا“ کہ چچا تھے اور پرورش  
کی تھی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا، ہم تو بتوں کو پوجتے ہیں اور انہیں کی عبادت پر ہی ڈٹے ہوئے  
ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی تردید میں فرمایا، بتاؤ وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں کیا تمہیں نفع  
نقصان پہنچاتے ہیں، آپ کی مراد تھی جب وہ تمہاری فریاد سن نہیں سکتے، تمہیں نفع نقصان پہنچا نہیں سکتے تو  
پھر ایسے بے جان پتھروں کی عبادت سے فائدہ کیا، ابراہیم علیہ السلام کی اس زبردست دلیل کا توڑ تو وہ نہ لا  
سکے جواب سے قاصر رہے اور صرف یہ کہہ سکے ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا پھر ابراہیم علیہ  
السلام نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ تم کن کن کی عبادت کرتے رہے تھے تم اور تمہارے باپ دادا بے شک میرے

دشمن ہیں، کوئی معبود نہیں۔ معبود صرف اور صرف رب العالمین ہی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا انداز تبلیغ کس قدر محبت بھرا ہے، جو سوال کر کے جواب دیتے ہیں کسی قسم کی درشتی نہیں۔ مبلغین کو بھی چاہئے کہ انداز خطاب میٹھا ہو محبت بھرا ہو، آپ نے فرمایا تم جیسے چاہو بتوں کے متعلق کہتے رہو، وہ میرے دشمن ہیں، رب العالمین کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

جس نے مجھے پیدا کیا وہی ہدایت دیتا ہے (۷۸) اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (۷۹) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے (۸۰) وہی میری روح قبض کرے گا اور پھر مجھے زندہ فرمائے گا (۸۱) اور جس سے مجھے اُمید ہے کہ وہ میری خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرمادے گا (۸۲) اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے (۸۳) اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ (۸۴)

الَّذِي خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْٓنِ وَالَّذِي هُوَ يَطْعَمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ ۖ وَاِذَا اَمْرَضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِيْ ۖ وَالَّذِي يُبِيْثُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِيْ ۖ وَالَّذِي اَطْعَمَ اَنْ يَّعْفِرَ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۖ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّالْحَقِّقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ ۖ وَاَجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ ۝

صَلَّى  
الْحَقِّقْنِيْ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا، جناب خلیل علیہ السلام نے فرمایا کہ بت میرے دشمن ہیں، معبود حقیقی صرف رب العالمین ہی ہے، اس آیہ پاک میں اسی بات کی مزید تشریح ہے، رب العالمین وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ہدایت دیتا ہے اور مجھے کھلاتا پلاتا ہے، بیمار ہو جاؤں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، آپ

نے رب ذوالجلال کی ان صفات کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ عبادت کے لائق یہی ذات گرامی ہے، تمہارے معبودان باطل بت عبادت کے لائق نہیں، ان صفات الہیہ میں سب سے پہلے پیدا کرنے کی صفت کا ذکر فرمایا کہ باقی ساری صفات ہدایت دینا، کھلانا پلانا شفا دینا، یہ ساری صفات بعد میں ہیں یا یہ مفہوم اس طرح سمجھ لیا جائے پیدا کرنے کی صفت ذکر کرنے میں دنیا کی تمام نعمتوں کا ذکر آ گیا اور ہدایت دینے کی صفت میں دین کی تمام نعمتوں کا ذکر آ گیا، کھانے پینے کے ذکر میں بے شمار نعمتوں کا ذکر آ جاتا ہے، اناج کا ذکر آ گیا جو نعمت ہے صحت کا ذکر آ گیا ہے کہ کھانا پینا صحت کے ساتھ ہی ہے، نعمتوں کے مالک ہونے کا ذکر آ گیا کہ نعمت کا مالک ہوگا قبضہ ہوگا تو کھا سکے گا۔

صفات کے ذکر میں یہ بھی فرمایا کہ جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو شفا وہ عطا فرماتا ہے بتوں میں یہ ہمت قوت نہیں کہ وہ کسی کو شفا دے کر نفع پہنچا سکے یا بیمار کر کے نقصان دے سکے، کمزوری ہو تو طاقت دے کر صحت دیتا ہے گناہ کی بیماری ہو تو توبہ کی توفیق دے کر بچا دیتا ہے۔ دنیوی حرص کی بیماری لگ جائے تو بے نیازی کا جذبہ اُسے محفوظ کر لیتا ہے۔ جب غیر اللہ کی طرف دیکھنے کی بیماری لگ جائے تو وہ اپنی تجلیات کے مشاہدہ سے اسی بیماری سے بچا دیتا ہے۔

صفات الہیہ ذکر کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام نے اس عظیم صفت کا بھی ذکر فرمایا کہ وہی اللہ میری روح قبض کرے گا وہ پھر حیات بخشے گا، تمہارے بت ایسے کام نہیں کر سکتے، لہذا وہ عبادت کے اہل نہیں ایک اور صفت کا ذکر اس طرح فرمایا مجھے امید ہے قیامت کے دن خطاؤں کو معاف فرما دے گا۔ یہ ظاہری طور پر محسوس ہونے والی خطائیں مراد ہیں ورنہ انبیاء علیہم السلام گناہ سے بھی محفوظ کر دئے گئے ہیں، ابراہیم علیہ السلام نے خطاؤں کے ذکر سے وہ تین باتیں مراد لی ہیں جو بظاہر خطا تھیں، حقیقتاً نہ تھیں۔ ایک یہ کہ آپ نے بتوں کو خود توڑا تھا، پوچھنے پر فرمایا کہ ان کے بڑے بت نے یہ کیا ہے یہ خطا نہ تھی دوسری بات یہ تھی جب لوگوں نے کہا ابراہیم! باہر میلہ پر چلیں تو آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں یہ بھی خطا ظاہری تھی جھوٹ

نہ تھا بلکہ مراد تھی میں تمہاری گمراہی کے باعث بیمار ہوں، تیسری بات جب ظالم بادشاہ کے کارندوں نے پوچھا، تیرے ساتھ یہ خاتون کون ہے؟ تو فرمایا میری بہن ہے، یہ بھی خطا ظاہری تھی آپ کی مراد تھی میری اسلامی بہن ہے یہ تینوں باتیں حقیقی خطائیں نہ تھیں کہ قرآن مقدس فرماتا ہے ”انہ کان صدیقاً نبیا“ ابراہیم علیہ السلام کے صادق ہونے کا اعلان ہے، یا یوں سمجھ لیا جائے یہ تینوں باتیں تو یہ تھیں، خطا نہ تھیں، تو یہ یہ ہے کہ کہنے والا مراد کچھ لے اور سمجھنے والا کچھ اور سمجھے، یہ گناہ نہیں۔

صفات الہیہ کا ذکر کرنے کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھتے ہیں، اے اللہ مجھے علم و حکمت کے کمالات سے نواز کہ خلافت الہیہ کا منصب اچھے انداز سے نبھاسکوں، تیری مخلوق کی اصلاح احسن طریق پر کر سکوں، دعا کی اللہ مجھے نیک بندوں سے ملادے۔ پتہ چلتا ہے نیک بندوں کا ساتھ اللہ کا خاص کرم ہے، کہ خلیل علیہ السلام بھی تمنا کر رہے ہیں، پھر ایک اور دعا کرتے ہیں، اللہ مجھے ایسے پسندیدہ طریقے اور عمدہ نشانیاں عطا فرما جس کی دوسرے لوگ قیامت تک پیروی کریں اور مجھے ذکر خیر اور عمدہ صفت سے یاد کیا کریں چنانچہ آپ کی دعا نے زبردست قبولیت اختیار کی، یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ تک ملت ابراہیمی سے الفت رکھتے ہیں اور اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں، اُمت محمدیہ تو بجا طور پر ملت ابراہیمی پر ہونے کو فخر سمجھتی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ



وَأَجْعَلَنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝  
وَأَغْفِرْ لِي إِنَّكَ كَانَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝  
وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ  
مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ  
بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ وَأَرْزُقْ الْجَنَّةَ  
لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَبَرَزْتَ الْجَحِيمُ لِلْعَوِينَ ۝  
وَقِيلَ لَهُمْ أَيُّكُمْ كُنْتُمْ تُعْبُدُونَ ۝  
مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ  
يَنْتَصِرُونَ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں بنادے  
(۸۵) اور میرے (عرفی) باپ کو بخش دے  
بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا (۸۶) اور  
جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے  
مجھے شرمندہ نہ کرنا (۸۷) جس دن نہ مال نفع  
دے گا اور نہ اولاد (۸۸) سوا اُس شخص کے جو  
اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا (۸۹)  
اور متقین کیلئے جنت قریب کر دی جائے گی  
(۹۰) اور گمراہوں کیلئے دوزخ کو ظاہر کر دیا  
جائے گا (۹۱) اور اُن سے کہا جائے گا کہاں ہیں  
وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے (۹۲) اللہ کو چھوڑ  
کر کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ تمہارا بدلہ  
لے سکتے ہیں (۹۳)

### تفسیر

پہلی آیات مبارکہ ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر ہے، اس آیت مبارکہ میں بھی ایک اور دعا کا ذکر  
ہے، اللہ مجھے ان لوگوں سے بنادے جو نعمت والی جنت کے وارث ہیں اور میرے (عرفی) باپ آزر کو بخش  
دے کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔

اس دعا میں ابراہیم علیہ السلام نے جنت کے حصول کی دعا کی ہے، پتہ چلتا ہے جنت کیلئے دعا کرنا  
خلیل علیہ السلام کی سنت ہے اور حضور ﷺ نے بھی جنت الفردوس کے سوال کرنے کا حکم دیا ہے بعض لوگوں

کا کہنا ہے ہمیں جنت نہیں چاہئے، بس اللہ کی رضا کافی ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور بہت بڑے فضل و کرم جنت سے نفرت کا پہلو ہے جو درست نہیں، ایک دعا اور کی، اللہ میرے باپ کو بخش دے، باپ سے مراد چچا آذر ہے۔

پہلی آیہ مبارکہ میں کچھ تفصیل گزر گئی ہے، ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر چچا آذر کیلئے دعا کی ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا، اس کے اعتماد پر دعا کی تھی جب وہ وعدہ سے پھر گیا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے، اسی عنوان کو سورہ توبہ میں اس طرح ذکر کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کا آذر کیلئے دعا کرنا صرف اس کے وعدہ کی وجہ سے تھا، جب ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات کھل گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔

خلیل علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں ایک اور دعا عرض کی، یا اللہ جس دن لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، مجھے اس دن شرمندہ نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم فضل ہو گا کہ قیامت کے دن اپنے بندے کو شرمندی سے بچالے۔

بخاری و مسلم شریف میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت ہے آپ سے دریافت کیا گیا، عبداللہ! حضور ﷺ نے آپ کے کان میں کیا بات فرمائی تھی، عبداللہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے فرمایا تھا جب تم میں سے کوئی بندہ اپنے رب کے نزدیک ہو جائے گا تو اللہ اُسے فرمائے گا تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا وہ عرض کرے گا، ہاں میں نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے ان کاموں کو طاہر نہ ہونے دیا اور آج تیری ان خطاؤں کو معاف کرتا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دے دی جائے گی، یہ اس کی عزت ہوگی، کفار و مشرکین سرعام رسوا ہوں گے۔ (مظہری)

جناب خلیل علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں دعا کی کہ قیامت کے دن رسوائی سے بچانا اس دن کی ہیبت کو اس طرح بیان کیا گیا اس دن نہ تو مال کام آئے گا نہ اولاد صرف وہ شخص عظمت حاصل کر سکے گا جو

قلب سلیم لے حاضر ہوگا، معنی یہ ہوگا ایمانداروں کے علاوہ کسی کو اس کا مال اولاد کا منہ دیں گے، اگر کا کرنے اپنا مال کسی نیکی کی راہ پر خرچ کیا ہے تو فائدہ نہ دے گا مسلمان کا مال بھی فائدہ دے گا، اولاد بھی مومن نے جو صدقہ خیرات کیا وہ فائدہ دے گا، جیسے حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا، دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کو صدقہ کرنے سے، ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جب بندہ مر جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے کام آتی ہیں۔

صدقہ جاریہ: وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے، نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہے مومن کی اولاد فائدہ دے گی اس کے متعلق ایک اور حدیث شریف میں ہے، مسلمانوں میں جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں، اللہ ان بچوں پر رحمت کرنے کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو کفر شرک گناہوں برائیوں سے بچا ہوا ہو۔

سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے بڑا دل چسپ معنی فرمایا ہے فرماتے ہیں، سلیم کا معنی لدیخ بھی ہے یعنی ڈسا ہوا دل، جسے سانپ بچھو ڈس لے وہ لدیخ ہے، فرماتے ہیں قیامت کو وہ دل کام آئے گا جو خوف خدا عشق مصطفیٰ سے ڈسا ہوا ہوگا۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا پرہیزگاروں کیلئے جنت قریب کر دی جائے گی، متقی وہ ہے جو صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے، گمراہوں کیلئے جہنم ظاہر کر دی جائے گی، گمراہوں سے کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا تمہارا بدلہ دے سکتے ہیں، اب وہ کہاں ہیں جن کے متعلق تمہارا گمان تھا وہ تمہاری مدد کریں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

فَكَبِّبُوا فِيهَا لَهُمُ وَالْعَاوُنَ ۖ وَجَنُودُ  
 ابْلِيسَ اجْعَعُونَ ۖ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا  
 يَخْتَصِمُونَ ۖ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي  
 ضَلٰلٍ مُّبِينٍ اِذْ سَوَّيْكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۙ  
 وَمَا اَصْلُنَا اِلَّا الْمَعْمُومُونَ ۖ فَبِاَلْنَا  
 مِنْ شَافِعِينَ ۙ وَلَا صِدِّيقٍ حَبِيبٍ ۙ  
 فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ  
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَايَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ  
 مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ  
 الرَّحِيْمُ

صَلَّى  
 الْعِظَمَاءُ

تفسیر

کفار و مشرکین کو اُلٹے منہ دوزخ میں گرادیا جائے گا، ”غَاوُنَ“ سے مراد وہ بت ہیں جن کی پرستش کرتے تھے پہلے بتوں کو ڈالا جائے گا تا کہ عبادت کرنے والے جان لیں کہ بت ان کی حمایت نہیں کر سکیں گے، جو خود دوزخ میں گرائے جا رہے ہیں انہیں کیا بچائیں گے، پھر ابلیس اور اس کی ساری جماعت جنہوں نے کفار و مشرکین کو بتوں کی پرستش پر درغلا یا تھا، دوزخ میں گرائے جائیں گے۔ دوزخ میں ان کی حالت یہ ہوگی، ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے اپنے کردار پر شرمسار

پھر وہ تمام گمراہ لوگ دوزخ میں اُلٹے گرا دیئے جائیں گے (۹۴) اور ابلیس کا سارا لشکر بھی (۹۵) آپس میں لڑتے ہوئے کہیں گے (۹۶) اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے (۹۷) جب کہ ہم تم کو (اے بتو) رب کے مساوی قرار دیتے تھے (۹۸) ہمیں صرف مجرموں نے گمراہ کر دیا (۹۹) ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے (۱۰۰) اور نہ ہی کوئی سچا دوست (۱۰۱) کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ جانا ہوتا تو ہم کپکپا کر ایماندار بن جاتے (۱۰۲) بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہ تھے (۱۰۳) بے شک آپ کا رب ہی بہت غالب ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے (۱۰۴)



ہوں گے مگر آج کی شرمساری انہیں کام نہ دے گی، بتوں سے کہیں گے ہم تمہیں خدا کے برابر قرار دیتے تھے اور کہیں گے ہمیں بتوں کی عبادت پر مجرموں نے آمادہ کیا، ان مجرموں سے مراد شیطان اس کی اولاد لشکر ہے یا اُن کے باپ دادا جو اسی جرم میں مبتلا تھے، جب کفار و مشرکین دیکھیں گے، ایمانداروں کی تومد کی جارہی ہے انبیاء شفاعت کر رہے تو اس وقت افسوس سے کہیں گے نہ ہمارا کوئی دوست ہے نہ مددگار ہے۔ ایمانداروں کی دوستی بھی قیامت کو کام آئے گی، کفار یہ بھی کہیں گے کاش اب پھر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ برے کاموں سے بچیں گے، اچھے کام کریں گے ان کا یہ کہنا افسوس اور حسرت کے اظہار کیلئے ہے ورنہ عام دیکھنے میں بندہ جب مصیبت میں گھر جاتا ہے تو رورور کر اللہ سے معافی مانگتا ہے توبہ کرتا ہے، آئندہ ایسا نہیں کرے گا مگر مصیبت سے بچ نکلتا ہے تو پھر وہی کام شروع کر دیتا ہے اس عنوان کو قرآن مقدس نے سورۃ الزمر میں اس طرح بیان فرمایا ہے ”جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو رب کی طرف رجوع کرتا ہے دعا کرتا ہے جب بچ نکلتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے۔“ نسی ما کان یدعوا الیہ من قبل“ فرمایا اس میں نشانی ہے ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔

آیہ پاک کے آخر میں فرمایا اللہ بہت غالب ہے چاہے تو منکرین کو عذاب دے کر فنا کر دے اور بہت رحیم ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرنا توبہ کرنے کا موقعہ دیتا ہے اگر کوئی توبہ کر لیتا ہے تو وہ قبول فرما لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطُغْيَانِهِ وَاتَّخَذَ آلُوهَ الْثَمَدَ وَالْأَنْعَامَ  
 لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَّا يَنْتَفُونَ ۖ إِنِّي لَكُمْ  
 رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا  
 وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ  
 إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ  
 أَطِيعُوا ۖ قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ  
 الْأَرْدَلُونَ ۖ قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا  
 يَعْمَلُونَ ۖ إِنْ حَسَابُهُمْ إِلَّا عَلَى رَبِّي  
 لَوْ تَشْعُرُونَ ۖ

صَلَّى  
الْعِظَمِ

نوح کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی (۱۰۵)  
 جب ان کے ہم قبیلہ نوح نے ان سے کہا کیا تم  
 نہیں ڈرتے (۱۰۶) بے شک میں تمہارے  
 لئے امانت دار رسول ہوں (۱۰۷) سو تم اللہ سے  
 ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۰۸) اور میں تم سے  
 اس تبلیغ پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو  
 صرف رب العالمین پر ہے (۱۰۹) سو اللہ سے  
 ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۱۰) قوم نے کہا کیا  
 ہم آپ پر ایمان لے آئیں حالانکہ آپ کی  
 اتباع پسماندہ لوگوں نے کی ہے (۱۱۱) نوح نے  
 کہا ان کے کاموں کو جاننے سے مجھے کیا تعلق  
 (۱۱۲) ان کا حساب تو صرف میرے رب کے  
 ذمہ ہے اگر تمہیں کچھ شعور ہوتا (۱۱۳)

### تفسیر

نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی، قوم نے جھٹلایا تو صرف ایک رسول نوح  
 علیہ السلام کو تھا مگر قرآن مقدس نے فرمایا کہ رسولوں کو جھٹلایا تھا، اس ارشاد سے یہ اصول واضح ہو رہا ہے  
 ایک نبی کا جھٹلانا سارے نبیوں کا جھٹلانا ہے، اس لیے کہ تمام رسولوں کا پیغام ایک ہی ہے، سبھی رسول اللہ کو  
 ایک مانتے ہیں سبھی رسول برائی سے روکتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں یہ ضابطہ اس طرح بھی ٹھیک ہے کہ ہر  
 رسول نے اپنی رسالت کیلئے صداقت، امانت، خدا خونی کے اصول سامنے رکھے اس لیے ہر ایک رسول کا

انکار سبھی کا انکار ہوگا۔ جیسے قرآن مقدس کی کسی ایک آیہ کا انکار سارے قرآن کا انکار ہے، جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا تم ڈرتے نہیں ہو میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں، یہاں نوح علیہ السلام کو ان کا بھائی فرمایا گیا۔ خاندان اور نسب کے لحاظ سے بھائی کہا گیا، یہاں دینی بھائی مراد نہیں بھائی کہہ کر انہیں خیر خواہی کا احساس دلایا جا رہا ہے، کہ نوح تمہارے دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے، جس طرح اُسے تمہاری کامیابی سے خوشی ہے اُسی طرح اُسے تمہاری گمراہی سے غم بھی ہے۔

آپ فرماتے ہیں میں امانت دار رسول ہوں، اللہ نے جیسے مجھ پر وحی فرمائی میں نے ویسے تم تک پہنچا دی ہے کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی، آپ نے اپنے کو امین فرما کر یہ اشارہ بھی کیا ہے کہ جب میں نے اپنی پوری زندگی تم میں امین کی حیثیت سے رہا ہوں، لوگوں کی امانتوں میں گڑبڑ نہیں کی تو خدا کی امانت میں کیسے کمی بیشی کر سکتا ہوں، پھر آپ نے قوم سے ایک بات اور فرمائی کہ میں اس اپنی تبلیغ پر تم سے کسی قسم کی اجرت طلب نہیں کر رہا۔ میرا اجر تو اللہ رب العالمین پر ہے، بعض علماء نے کہا کہ اپنی خدمات پر معاوضہ لینا صحیح نہیں مگر جمہور علماء محدثین کا یہ فیصلہ ہے اگر کوئی مبلغ خطیب مدرس، صاحب استطاعت ہے اور وہ معاوضہ نہیں لیتا تو بہت اچھا ہے، اگر کوئی ضرورت مند ہے تو وہ اپنی دینی خدمات کا معاوضہ لے سکتا ہے پہلے خلیفہ سیدنا صدیق اکبر کپڑا بیچ کر اپنا گزارا کرتے تھے۔

ابو عبیدہ بن جراح نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو پوچھا یہ آپ کے مشن کے منافی ہے فرمایا پھر میں اپنے بچوں کا گزارا وقت کیسے کروں؟ پھر یہ مسئلہ صحابہ میں آیا، اور متفقہ طور پر آپ کا وظیفہ مقرر کیا گیا، دینی خدمات کا معاوضہ دراصل وقت دینے کا معاوضہ ہے جس میں حرج نہیں۔ قوم نے نوح علیہ السلام پر ایک اور اعتراض کیا نوح ہم دیکھ رہے ہیں تیرے ماننے والے تو گھٹیا قسم کے لوگ ہیں، غریب ہیں، مزدور ہیں ان کے ساتھ ہمارا چلنا بڑا مشکل ہے اور لوگوں کا یہ انداز اکثر و بیشتر انبیاء علیہم السلام سے رہا۔ کفار کے اس اعتراض پر کہ تیرے پیروکار سب گھٹیا لوگ ہیں، آپ نے فرمایا ان کے بارہ میں اتنا کافی سمجھتا ہوں

انہوں نے میری دعوت قبول کر لی ہے اور اسلام میں داخل ہو گئے ہیں تمہارا یہ شبہ کہ انہوں نے اپنی شہرت کے لئے دین پسند کیا مجھے اس سے بحث نہیں ان کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا میں غرباء فقراء

ایمانداروں کو دور بھگانے والا نہیں (۱۱۳) ہاں

عذاب الہی سے واضح طور پر ڈر سنانے والا ہوں

(۱۱۵) اُن مغرور کفار نے کہا نوح اگر تو باز نہ آیا

تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا (۱۱۶) آپ نے

عرض کی اے میرے رب! میری قوم نے مجھے

جھٹلا دیا ہے (۱۱۷) تو میرے اور ان کے

درمیان فیصلہ فرما دے اور مجھے ایمانداروں کو جو

میرے ساتھ ہیں بچالے نجات دے (۱۱۸)

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۳۝ اِنْ اَنَا اِلَّا  
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۴۝ قَالُوْا لَیْن لَّمْ تَنْتَهِیْهُمْ  
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝۱۱۵۝ قَالَ رَبِّ  
اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ ۝۱۱۶۝ فَاصْنَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ  
فَتْحًا وَنَجْحًا ۝۱۱۷۝ وَمَنْ شِئِیْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۸۝

صَلَّى  
اللَّهُ  
عَلَيْهِ

## تفسیر

نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ میں غریب ایمانداروں کو اپنے سے دور کرنے والا نہیں، میں تو واضح ڈر سنانے والا ہوں، ہمارے رسول پاک ﷺ سے بھی قوم نے یہ کہا کہ تیرے ماننے والے لگھیا لوگ غریب فقیر ہیں انہیں الگ کر دے رسول پاک ﷺ کو حکم ہوا ”لا تعد عیناک“ ”محبوب ان غرباء کو اپنی نگاہوں سے دور نہ کرنا۔“

دوسری جگہ قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح بیان کیا ہے ”لا تطرد الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی“ جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں انہیں اپنے سے دور نہ کریں۔ حضور ﷺ نے



فرمایا اسلام غریبوں میں آیا، آخر میں بھی ایسے ہی ہوگا جیسے پہلے ہو اور جنت کی خوشخبری بھی غرباء کو ہے، جب قوم نوح علیہ السلام کے ارشادات کا جواب نہ دے سکی تو دھمکیاں شروع کر دیں کہ نوح! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔ اب نوح علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں دعا کر دی، اے اللہ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے، اب میرے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ فرما دے یعنی انہیں عذاب میں مبتلا کر دے مجھے اور میرے ایماندار ساتھیوں کو بچالے۔

یہ دعا کا مسئلہ جھٹ پٹ نہیں ہو گیا کہ قوم نے ایک مرتبہ انکار کیا تو بد دعا دے دی، نوح علیہ السلام کی ہمت قوت نبوت حوصلہ کا یہ عالم ہے آپ نے قوم کے ایمان لانے کی اُمید پر صدیوں تبلیغ کی یہ نظام تبلیغ دراز عرصہ تک رہا ہے، قربان جائیں نبی کریم ﷺ کے حوصلہ ہمت پر کہ اہل طائف کے ظلم کی انتہا ہے پاؤں زخمی ہیں، خون بہہ رہا ہے، فرشتہ عرض کرتا ہے حضور! ان کیلئے دعا کر دیں یہ تباہ ہو جائیں گے، پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے، رحمۃ اللعالمین فرماتے ہیں میں دنیا میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا، ہو سکتا ہے ان کی اولاد سے لوگ ایمان لے آئیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ  
 وَالْمَجِيْدُ وَمَنْ قَعَهُ فِي الْفُلْكِ الشَّحُوْنُ  
 ثُمَّ اَعْرَفْنَا بَعْدَ الْبَقِيْنِ اَنَّ فِيْ ذٰلِكَ  
 لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳۱  
 اِنَّ رَّبِّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۳۲

ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دی (۱۱۹) پھر ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا (۱۲۰) بے شک اس میں نشانی ہے اور اُن میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے (۱۲۱) بے شک تیرا رب ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا ہے (۱۲۲)

صلی اللہ علیہ  
 وسلم  
 العظیم

## تفسیر

نوح علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت سے نواز گیا، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جن سے کشتی بھری ہوئی تھی بچا لیا، یہ کشتی انسانوں سے ہر قسم کے حیوانات کے جوڑے جوڑے اور کھانے پینے کے سامان سے بھری ہوئی تھی، نوح علیہ السلام اس وقت کے سبھی انسانوں کی طرف بھیجے گئے تھے، آپ کو ماننے والے بچ گئے، منکرین ہلاک ہو گئے اس واقعہ نوح علیہ السلام میں ایک غرور کی بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے ایمانداروں کو ارزل کہا۔ اور ایمان نہ لانے کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ پر ایمان نہ لانے والے رزیل ہیں اور گھٹیا درجہ کے ہیں، ہم عزت دار لوگ اُن سے کیسے مل بیٹھیں۔ قوم کی جہالت تھی اصل عزت والا وہی ہے جو اللہ کے ہاں عزیز ہے اور اللہ کے ہاں عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور پرہیزگار ہے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں اللہ پاک کی صفت غلبہ اور رحم کا ذکر ہے جو لوگ اسفل ہیں رزیل ہیں وہ اس کی طرف سے ہدایت نہیں پاتے اور وہ بہت رحم فرمانے والا ہے جو اس کے نزدیک معزز ہیں انہیں ہدایت سے نواز لیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا (۱۲۳) جب اُن سے ان کے ہم قوم ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں (۱۲۴) بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں (۱۲۵) سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۲۶) اور میں تم سے (تبلیغ) پر کوئی اجر ت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے (۱۲۷) کیا تم ہر اونچی جگہ

كَذَّبَتْ عَادُ الرُّسُلَيْنِ ۖ اِذْ قَالَ لَهُمُ  
اٰخُوهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۙ اِنِّىْ لَكُمْ  
رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا  
وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىْ  
اِلَّا عَلَى رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ اَتَبٰتِلُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ  
اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصٰنِعَ

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ  
جَبَّارِينَ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

پر لہو و لعب کی یادگار تعمیر کر رہے ہو (۱۲۸) اور تم  
اس اُمید پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ  
رہو گے (۱۲۹) اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو  
سخت جبر سے پکڑتے ہو (۱۳۰) سو تم اللہ سے  
ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۳۱)

### تفسیر

عاد نے رسولوں کی تکذیب کی، نوح علیہ السلام کے بعد ہود علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا۔ عاد حضرت  
ہود علیہ السلام کی قوم تھی اور ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی۔ جب ان کے ہم قوم ہود علیہ السلام نے انہیں  
کہا تم خدا سے ڈرتے نہیں میں تمہارا امین رسول ہوں، میری دیانت اخلاص کو تم مانتے ہو میں تمہیں سچی  
بات کہہ رہا ہوں، میں تم سے اس تبلیغ کی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہانوں کے پالنے والے پر  
ہے، اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قوم عاد کے ایک بے فائدہ کام کا ذکر فرمایا گیا وہ ہر اونچی جگہ پر مکان بناتے اور اس میں رہائش کا  
کوئی پروگرام نہ ہوتا تھا، اس لئے قرآن مقدس نے اسے عبث فضول فرمایا، ان کے اس فضول کام کے متعلق  
سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ عمارت بنا کر اوپر برج بنا دیتے تھے، اس پر کھڑے ہو کر آنے جانے والے کو  
دیکھ لیتے تھے یا یہ عمارت اس لیے بناتے تھے کہ اُن کا امیر ہونا ظاہر ہو یا اس لیے کہ بلند مقام پر کھڑے ہو کر  
کسی سمت جانے کا راستہ اختیار کر سکیں۔ قوم عاد کے لہو و لعب کاموں میں کبوتر بازی کا بھی ذکر آتا ہے، لہو و  
لعب میں ہر بیہودہ بے فائدہ، لغو کام آجاتا ہے نوجوان طبقہ اپنی مصروفیت کیلئے ایسے کاموں کا انتخاب کر لیتا  
ہے جن سے بچنا ضروری ہے، ایسی لغویات میں دین سے دوری ہے ہر وہ کام جو ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر  
دے لہو ہے، ہر وہ کام جس سے فرائض کی ادائیگی میں غفلت ہو لہو میں شمار ہوگا۔

عاد کے اس تعمیری کام کے متعلق فرمایا کہ یہ بڑے بڑے مکان تم اس لیے تیار کر رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے، یہ نہ سوچا کہ دنیا فانی ہے ہم نے بالآخر یہاں سے جانا ہے لہو و لعب کو اپنا معیار بنالیا ان کے اس کام میں فضول خرچی، تکبر کی مذمت ہے۔ بلا ضرورت عمارت بنانا مذموم ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ عمارت جو ضرورت سے زائد بنائی گئی اس میں بہتری نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے ہر تعمیر صاحب تعمیر کیلئے مصیبت ہے۔

قوم عاد کی ایک اور فحیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے جب وہ کسی پر گرفت کرتے تو نہایت ظالمانہ انداز اختیار کرتے ان کی سنگدلی سے نہ اپنے محفوظ نہ بیگانے، جو قابو آ گیا ظالمانہ گرفت سے اس کا کام تمام کر دیا کسی کو ہدایت کیلئے مارا جائے یا کسی سے بدلہ لیا جائے یہ معاملات جائز ہیں مگر حد سے زیادہ تجاوز کرنا جائز نہیں۔ ان کی اس فحیح حرکت سے لوگ پریشان تھے، غفو و درگزر کا نام و نشان ہی نہ تھا فضول خرچیوں میں دلیر، اخلاص و درگزر میں گئے گزر رہے تھے۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے ڈرو میری اطاعت کرو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

(ہود علیہ السلام نے دریافت فرمایا) اس ذات سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو (۱۳۲) اس اللہ نے تمہاری مدد فرمائی موشیوں سے بیٹوں سے (۱۳۳) باغات اور چشموں سے (۱۳۴) میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب آجائے (۱۳۵) انہوں نے کہا ہمارے لیے برابر ہے آپ نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں نہ ہوں (۱۳۶)

وَاتَّقُوا الَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۚ  
اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَنِيْنٍ ۚ وَجَعَلَتْ  
عِیُّوْنَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ  
یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۚ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَا اَوْ عَظُمَتْ  
اَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعٰثِیْنَ ۚ اِنْ هٰذَا اِلَّا  
خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ۚ وَاَمَّا خُنْ بِمُعَدِّیْنَ  
فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ



لَا إِلَهَ إِلَّا مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾  
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾

بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ محلات کا شوق ہمارے بڑوں کا دستور ہے  
(۱۳۷) (آپ فکر نہ کریں) ہمیں عذاب نہیں  
دیا جائے گا (۱۳۸) انہوں نے آپ کو جھٹلایا اس  
لیے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بے شک اس میں  
نشانی ہے ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے  
نہ تھے (۱۳۹) بے شک آپ کا رب سب پر  
غالب ہے ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے (۱۴۰)

### تفسیر

ہود علیہ السلام نوح علیہ السلام کے بعد تشریف لائے اور ان کی قوم عاد جسمانی لحاظ سے بڑی طاقت  
ور تھی اور اپنے دور میں اس کا کوئی مقابل نہ تھا تکبر و غرور سے زندگی گزار رہے تھے اور کسی کو اپنے سے زیادہ  
طاقتور نہیں سمجھتے تھے۔ اُن کے اس قول کو قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا ”وقالوا من اشد منا قوة“  
انہوں نے کہا ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟

سورہ الاعراف میں ان کی یہ بات بھی ملتی ہے اس قوم نے ہود علیہ السلام سے کہا ہود تو ہمارے پاس  
اس لیے آیا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اپنے باپ دادا کی پیروی چھوڑ دیں، آپ نے قوم سے  
فرمایا، اللہ سے ڈرو میں تمہارا امین رسول ہوں میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر اللہ رب العالمین پر  
ہے، آپ نے فرمایا اے قوم اللہ نے تجھے چوپائیوں، جانوروں کی نعمت سے نوازا تمہیں بیٹے بخشے، باغات  
اور چشمے عطا کئے اگر تمہارا یہی انداز رہا تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر کر رہا ہوں قوم نے کہا ہود تو  
نصیحت کر یا نہ کر ہمارے لیے برابر ہے۔ یہ باتیں تو یونہی ہوتی چلی آتی ہیں صدیوں سے ہمارے باپ دادا  
یہی کرتے آئے ہیں ایسے ہی ان کے اخلاق و معاملات تھے ہمیں کسی قسم کی پرواہ نہیں ہم عذاب میں مبتلا

ہونے والے نہیں۔ آخر کار قوم نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اس میں ایک نشانی ہے مگر ان میں اکثر لوگ ماننے والے نہیں، حقیقت یہ ہے تیرا رب غالب ہے اور رحیم بھی۔ اس قوم کی ہلاکت کی تفصیل اس طرح ملتی ہے، اچانک زور کی آندھی آئی یہ لوگ سمجھ گھٹا چھا رہی ہے، خوش ہوئے کہ اب بارش ہوگی مگر وہ تو عذاب الہی تھا جو مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک چلتا رہا یہ طوفان زبردست تھا اور یہ طوفان اس وقت تک چلتا رہا ان کی مکمل بربادی تک چلتا رہا۔ ان کی بڑی بڑی بستیاں کھنڈرات میں بدل گئیں، نظام قدرت ہے ہوا جیسی لطیف شے سے زبردست قوم کو برباد کیا، نمرود جیسے ظالم کو چمھر سے ہلاک کیا۔ آئیے مبارکہ کے آخر میں فرمایا وہ بہت غالب ہے اور رحیم بھی ہے کہ بدکرداروں کو مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کریں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

شمود نے رسولوں کی تکذیب کی (۱۴۱) جب کہ ان کے (قومی) بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں (۱۴۲) میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں (۱۴۳) لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۴۴) میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۴۵) کیا تم یہاں کی چیزوں میں امن کے ساتھ رہتے رہو گے (۱۴۶) باغوں میں اور چشموں میں (۱۴۷) کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے خوشے نرم ہیں (۱۴۸)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُونَ ۙ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِیْعُوْنَ ۙ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنِ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ اَتَنْكُرُوْنَ فِیْ مَا هُمْنَا اٰمِیْنٌ فِیْ جَنَّتٍ وَاعِیُونِ ۙ وَارْزُقُوْهُ وَنَحْلُ طَلْعُهَا هٰضِیْمٌ ۙ وَتَنْجُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ یُّوْتَا فَرِیْنٌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِیْعُوْنَ ۙ

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہٖ وسلم

اور تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش  
کر گھر بناتے ہو (۱۴۹) سو تم اللہ سے ڈرو اور  
میری اطاعت کرو (۱۵۰)

### تفسیر

قوم عاد کے بعد جس قوم کو عروج دیا گیا وہ یہی قوم ثمود تھی قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”جعلکم خلفاء من بعد عاد“ اس قوم کی بھی عادات قوم عاد کی طرح ہی تھیں، معیار زندگی ملتا جلتا نظر آتا ہے، بلند و بالا مکانات پہاڑوں، غاروں میں مکانات کی تعمیر ملت پرستی کا زور ظلم و ستم کی انتہا فسادی لوگوں کی اتباع وغیرہ کئی کاموں میں قوم عاد سے ملتے جلتے دکھائی دیتے ہیں۔ صالح علیہ السلام کی قوم کے قبیلہ کا نام ثمود تھا، انہوں نے حضرت صالح کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا رسولوں کی تکذیب کی، اس لیے کہ کسی ایک رسول کی تکذیب کرنا تمام رسولوں کی تکذیب کے مترادف ہے تمام رسولوں کا ایک ہی مشن ہوتا ہے وہ اللہ کی توحید پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں۔

جب صالح علیہ السلام نے انہیں حق کی دعوت دی اور فرمایا میں تمہارا امانت دار رسول ہوں تو قوم نے کہا صالح جس چیز پر تم ایمان لاتے ہو اس کو ہم نہیں مانتے، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو میری اطاعت کرو۔ نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام نے بھی خدا سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کا درس دیا تھا صالح علیہ السلام نے یہی قوم سے فرمایا میں تم سے اس تبلیغ کا اجر نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ کے ذمہ ہے آپ نے قوم سے فرمایا کیا تم دنیا کی چیزوں سے یہاں ہمیشہ امن میں رہتے رہو گے، باغوں اور چشموں ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں، آپ نے فرمایا تم پہاڑ کھود کر ان میں فخریہ عمارتیں بناتے ہو، اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ انہیں پھر تراشنے کے فن میں بڑی مہارت تھی اسی وجہ سے گرد و نواح میں ان کی دور دور تک شہرت تھی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ  
يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝  
قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝  
مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ۖ فَأْتِ بَآيَةٍ  
إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

صَلَّى  
الْعِظَمَاءُ

تفسیر

حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی پیروی نہ کرو  
(۱۵۱) جوزمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں  
اور اصلاح کی کوشش نہیں کرتے (۱۵۲) انہوں  
نے کہا (صالح) تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن  
پر جادو کیا گیا ہے (۱۵۳) تو بھی تو ہماری مانند  
ایک انسان ہی ہے اگر تو اپنے موقف میں سچا  
ہے تو کوئی معجزہ دکھا (۱۵۴)

جب صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو جوزمین  
میں فساد پھیلاتے ہیں، اصلاح نہیں کرتے تو قوم نے جواب میں کہا تم صرف ان لوگوں سے ہو جن پر جادو  
کیا ہوا ہے اور پھر قوم نے کہا تم ہماری مثل بشر ہو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے تم نبی ہو اور یہ بات کفار نے ہمیشہ  
انبیاء علیہم السلام سے کہی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو فرشتوں کی جنس سے ہوتے ان کا نظریہ یہ تھا کہ  
بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ انبیاء علیہم السلام نے قوم کو فسادی لوگوں سے بچنے کی تبلیغ فرمائی کہ فسادی لوگ بھلائی  
سے دور ہوتے ہیں۔ اُن سے بھلائی کی توقع نہیں کی جاسکتی وہ ایک دوسرے کو لڑا کر تماشہ دیکھتے ہیں۔  
غریب فقیر محتاج لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں ایسے فسادی لوگ اس لائق نہیں کہ تم ان کی اتباع کرو۔

قوم نے کہا صالح تو ہم جیسا ہی تو ہے تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے تو ہماری ہر بات کی مخالفت کرتا ہے  
بتوں سے روکتا ہے، ہمارا معاشرہ تجھے پسند نہیں، ہمارے فن پر تو اعتراض کرتا ہے تیرے اس انداز سے  
ہماری بدنامی ہو رہی ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مانیں تو کوئی معجزہ دکھاؤ جس سے  
تمہاری صداقت کا ہمیں یقین آجائے۔ تمہیں اپنی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل پیش کرنی چاہئے تھی  
تو ان کے جواب میں حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا جس کا ذکر اگلی آیہ کریمہ میں ہے۔



قَالَ هَذِهِ نَاقَةُ لِهَآ شَرِبَ وَكَمْ شَرِبَ  
يَوْمَ تَعْلُوْنَ ۝ وَلَا تَسْوَأْ بِسَوْءِ فِئَا خُذْكُمْ  
عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاصْبَحُوا  
نِدْمِيْنَ ۝ فَآخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنْ فِىْ  
ذٰلِكَ لَايَةٌ وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ  
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

صَلَّى  
الْحَطِّمِ

صالح (علیہ السلام) نے کہا یہ اونٹنی ہے ایک دن  
اس کے پانی پینے کا ہے اور ایک مقررہ دن  
تمہارے (پانی) پینے کا ہے (۱۵۵) تم اس کے  
ساتھ برائی نہ کرنا ورنہ بڑے دن کا عذاب تمہیں  
پکڑ لے گا (۱۵۶) پھر بھی انہوں نے اس کی  
کوئچیں کاٹ دیں پس وہ پچھتائے (۱۵۷) سو  
ان کو عذاب نے پکڑ لیا بے شک اس میں ضرور  
نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے  
والے نہ تھے (۱۵۸) بے شک آپ کا رب بہت  
غالب، رحم فرمانے والا ہے (۱۵۹)

### تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شمودیوں نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹان  
سے سرخ رنگ کی اونٹنی نکلے جو دس ماہ کی حاملہ ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے بچہ جنے تو ہم تمہیں رسول مان  
لیں گے، آپ نے بارگاہ قدس میں دعا کہ جو قبول ہوئی اور چٹان سے اونٹنی نکل آئی، آپ نے فرمایا یہ اونٹنی  
اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اب یوں ہوگا ایک دن یہ اکیلی پانی پئے گی اور دوسرے دن تمام انسان اور تمہارے  
مویشی پانی پیئیں گے۔ اونٹنی کو تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

صالح علیہ السلام کی ان ہدایات پر انہوں نے عمل نہ کیا اور اونٹنی کی کوئچیں کاٹ دیں، قدر نامی ایک  
شخص راستہ میں ایک چٹان کی جڑ میں چھپ گیا اور دوسرا شخص مصدر نامی چٹان کے دوسرے حصہ میں  
چھپ کر بیٹھا، جب یہ اونٹنی مصدر کے پاس سے گزری تو اس نے تیر مارا جو اونٹنی کی پنڈلی میں پیوست ہو گیا

پھر قدار نے اس پر حملہ کیا اور کوئیں کاٹ دیں، اونٹنی گر پڑی تو انہوں نے سینہ کے بالائی حصہ پر وار کر کے اس کو ذبح کر دیا، حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس آئے تو دیکھا اونٹنی ذبح ہو چکی تھی آپ پریشان ہوئے اور فرمایا تم نے اللہ کی حرمت کو پامال کیا ہے اب تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت فرماتے ہیں جب صالح علیہ السلام کی قوم نے نافرمانی کی تو ان پر عذاب مسلط ہو گیا ایک زبردست چنگھاڑ آئی اور مشرق و مغرب میں جس قدر لوگ تھے ہلاک کر دیئے گئے ایک شخص کو اللہ نے بچا لیا حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ وہ کون شخص تھا؟ فرمایا ابورغال تھا۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا، اللہ تعالیٰ غالب ہے کہ صالح علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہلاک کر دیئے گئے، اور فرمایا اللہ بہت رحم فرمانے والا ہے کہ وہ بغیر استحقاق کے عذاب نازل نہیں کرتا اور پھر استحقاق کے بعد توبہ کا موقعہ فراہم کرنے کیلئے ڈھیل دیتا ہے قوم اپنے کئے پر نادم ہوئی مگر اس شرمندگی کا فائدہ نہ ہوا

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

لوط (علیہ السلام) کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی (۱۶۰) جب اُن سے اُن کے ہم قوم لوط نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں (۱۶۱) بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۶۲) سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۶۳) اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے (۱۶۴)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ لُوطُ اَلَا تَتَّقُونَ ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُولٌ اٰمِنٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوْنِیْ ۚ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ اِنَّا تَوَوُّدُ الْكُرٰنَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ۚ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ

رَبُّكُمْ مِّنْ أَرْوَاحِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١١٦﴾  
قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ  
الْمُخْرَجِينَ ﴿١١٧﴾

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس  
آتے ہو (۱۶۵) اور تمہارے رب نے تمہارے  
لئے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو  
چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے  
والے ہو (۱۶۶) انہوں نے کہا اے لوط! اگر تو  
باز نہ آیا تو تو بھی ان لوگوں سے ہوگا جو لوگ  
ہماری بستیوں سے نکالے گئے ہیں (۱۶۷)

### تفسیر

قوموں کے انکار اور انبیاء علیہم السلام کے انداز تبلیغ میں قریباً ایک ہی انداز معلوم ہوتا ہے، قوموں  
نے نبیوں کی تکذیب کی اور انبیاء علیہم السلام نے انہیں ڈرایا کہ عذاب سے بچو، انبیاء کرام علیہم السلام تبلیغ  
فرماتے، انہیں اپنے امانت دار ہونے کا ذکر کیا جب دنیا کے معاملات میں امین ہیں تو خدا کے پیغام  
پہنچانے میں کیسے امین نہیں ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام نے قوموں کو بتایا کہ وہ اُن سے تبلیغ پر اجرت نہیں  
مانگتے جس سے پتہ چلتا ہے دین کے کام کیلئے معاوضہ نہ لیا جائے تو یہ سنت انبیاء ہے تاہم اب خدام دین جو  
معاوضہ وصول کرتے ہیں اُسے علماء نے ”والعاملین علیہا“ کے تحت جائز کہا ہے، پھر یہ معاوضہ دین  
سکھانے یا بتانے کا نہیں بلکہ وقت دینے کا ہے۔

لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہاری بیویوں میں تمہارے رب  
نے جو کچھ پیدا کیا ہے، اسے چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم تو حد سے گزرنے والے ہو۔ یعنی تم نے اپنی خواہشات پورا  
کرنے کیلئے مردوں کا انتخاب کر رکھا ہے، حالانکہ عورتیں بکثرت موجود ہیں۔ لوط علیہ السلام کی قوم کی بد عملی  
کو قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ”اتاتون الفاحشہ و انتم تبصرون“ کیا تمہارا یہ

حال ہو گیا ہے کہ کھلم کھلا دیکھنے والوں کی نگاہوں کے سامنے فحش کام کرتے ہو۔

سورہ عنکبوت کے اندر اس قوم کی برائی کا ذکر اس طرح ملتا ہے، ”أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ“ تم ایسے بگڑ گئے ہو کہ مردوں سے مباشرت کرتے ہو، انہوں نے لوط سے کہا اگر تو ان باتوں سے باز نہ آیا تو تو بھی ان لوگوں سے ہوگا جو ہماری بستیوں سے نکالے گئے ہیں، یعنی تجھے بھی ملک بدر کر دیا جائے گا۔

قرآن مقدس کے ارشاد ”وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ“ کے ارشاد سے یہ اشارہ بھی واضح مل رہا ہے کہ غیر فطری فعل اپنی بیوی سے بھی حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کے پچھلے حصہ میں جماع کرتا ہے، اللہ اس پر نظر رحمت نہیں فرماتا، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا، اللہ حق باتیں فرمانے سے حیاء نہیں کرتا، تم عورتوں کی پچھلی جانب میں دخول نہ کرو۔ قوم لوط کی گندی عادات میں یہ بھی تھیں، کبوتر بازی، شراب نوشی یا لمبی مونچھیں رکھنا، تالی بجانا، ریشم پہننا، سیٹی بجانا، اللہ تعالیٰ بد عادات سے ملت اسلامیہ کو بچائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

(جب قوم نے لوط علیہ السلام کو ملک بدر کرنے کی دھمکی دی) آپ نے فرمایا میں تمہارے اس گندے فعل (لواطت) سے بیزار ہوں (۱۶۸) میرے رب مجھے اور میرے اہل و عیال کو ان کی بدکرداریوں سے نجات دے (۱۶۹) آخر کار ہم نے اُسے اور اس کے سب اہل و عیال کو بچالیا (۱۷۰) سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ

الصلی اللہ علیہ وسلم  
العظیم

قَالَ اِنِّیْ لَعَلَّیْكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ۝۱۶۸ رَبِّ  
نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۶۹ فَتَجَبَّوْاْ وَاَهْلَکُمْ  
اَجْمَعِیْنَ ۝۱۷۰ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغَیْرِ ۝۱۷۱  
ثُمَّ دَمَرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝۱۷۲ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ  
مَطَرًا ۝۱۷۳ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝۱۷۴ اِنَّ فِیْ  
ذٰلِكَ لَاٰیةٍ ۝۱۷۵ وَمَا کَانَ اَلْکَثَرُ مِنْهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ  
۝۱۷۶ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۱۷۷



جانے والوں میں تھی (۱۷۱) پھر باقی ماندہ  
 لوگوں کو ہم نے تباہ کر دیا (۱۷۲) اور ان پر بارش  
 برسائی وہ بڑی تباہ کن بارش تھی جو ان ڈرائے  
 جانے والوں پر اُتری (۱۷۳) یقیناً اس میں  
 ایک نشانی ہے مگر ان میں اکثر ماننے والے نہیں  
 (۱۷۴) اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست  
 بھی ہے اور رحیم بھی (۱۷۵)

### تفسیر

جب قوم نے لوط علیہ السلام سے کہا لوط تجھے پتہ ہے جس نے بھی ہمارے خلاف زبان کھولی اُسے  
 سزا ملی اور ملک بدر کر دیا گیا، اب تو نے بھی اگر ایسا ہی کیا تو تیرا حشر بھی ویسا ہی ہوگا، آپ نے قوم کے  
 جواب میں فرمایا، میں تمہارے اس گندے کام سے بیزار ہوں۔ آپ نے اپنے رب سے دعا کی میرے اللہ  
 مجھے اور میرے اہل و عیال کو اس کی شامت سے نجات دیدے جو وہ کر رہے ہیں۔ اس دعا کا یہ مطلب بھی  
 ہے کہ ان پر اُترنے والے عذاب سے ہمیں بچالے یہ بھی ہو سکتا ہے یہ لوگ برے ہیں ان کی محفل سے ہمیں  
 محفوظ رکھ، بُری محفلوں سے بچنے کا حکم قرآن مقدس نے اس طرح دیا ہے ”فلا تقعد بعد الذکری مع  
 القوم الظالمین“ پتہ چل جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے لوط علیہ  
 السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ لوط علیہ السلام کو آپ کے اہل و عیال کو بچالیا سوائے ایک بوڑھی کے،  
 اس بوڑھی سے مراد لوط علیہ السلام کی بیوی ہے، آپ کی اس بیوی نے لوط علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا تھا بلکہ قوم کی  
 مدد کرتی رہی اور اپنے شوہر سے خیانت کرتی رہی، جب لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ  
 ہوا تو لوط علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ لوط اپنے اہل و عیال کو لے کر اس علاقے سے چلے جائیں مگر اپنی بیوی کو

ساتھ نہ لیجانا۔ سورہ ہود شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے ”الا امرتک انه یصیبها ما اصابهم“ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیجانا اس پر بھی وہ عذاب ہوگا، جو ان لوگوں پر ہوگا۔ ان پر بارش برسائی، یہ بارش پتھروں کی تھی پانی کی نہیں تھی، اس عذاب کی کیفیت دوسرے مقام پر اس طرح ذکر ہے ”وامطرنا علیہم حجارة من سجيل“ ہم نے ان پر پتھر برسائے اور ساتھ ہی ایک طوفانی آندھی بھی تھی، اس عذاب سے انکی بستیاں تہ و بالا ہو گئیں، اس میں یقیناً ایک نشانی ہے مگر ان میں اکثر ماننے والے نہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں اللہ کے زبردست اور رحیم ہونے کا ذکر ہے، وہ بڑے بڑے جابروں پر غالب ہے، مہلت بھی دیتا ہے کہ توبہ کریں رحیم بھی بہت بڑا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اہل ایکہ نے بھی رسولوں کو جھٹلایا (۱۷۶) جب انہیں شعیب علیہ السلام نے کہا کیا تم (عذاب) سے ڈرتے نہیں (۱۷۷) میں بے شک تمہارے لئے رسول امین ہوں (۱۷۸) پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو (۱۷۹) اور میں تم سے (تبلیغ دین پر) اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۸۰) ناپ پورا کیا کرو اور کم ناپنے والوں سے نہ ہو جاؤ (۱۸۱) اور وزن کیا کرو صحیح ترازو کے ساتھ (۱۸۲) اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرا کرو (۱۸۳)

كَذَّبَ أَصْحَابُ الْمِرَاسِيِّنَ ﴿١٧٦﴾  
إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾  
رَسُولَ أَمِينٍ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا  
رَسُولَهُ ﴿١٧٩﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ  
إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ  
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا  
بِالْقِسَاطِ السَّيْقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ  
أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْنُوا فِي الْأَرْضِ مُمْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾

ﷺ  
الْحَقُّ

## تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں سیدنا شعیب علیہ السلام کا ذکر خیر ہے، آپ نے بھی اپنی قوم کو وہی نصیحتیں کیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام نے کیں، قوم نے جھٹلایا آپ نے فرمایا لوگوں تم خدا کے قہر سے ڈرتے کیوں نہیں، میں تمہارے لئے امین و رسول ہوں، اللہ سے ڈرو میری اطاعت کرو میں تم سے تبلیغ کا اجر نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں اہل مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں، مگر صحیح یہی ہے کہ دو قومیں الگ الگ تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھیں ان دونوں قوموں کی اصلاح کیلئے شعیب علیہ السلام آئے، کاروبار کے لحاظ سے یہ تاجر لوگ تھے، آپ نے ان کی تجارتی خرابیوں کی مذمت فرمائی۔ الایکہ درختوں کے جھنڈ میں گھری زمین کا نام ہے، وہاں آبادی کی وجہ سے انہیں اصحاب الایکہ کہا جاتا ہے۔ اصحاب الایکہ کا ذکر سورۃ الحجرات میں بھی ہے، اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ دونوں کی بیماریاں نااہلیاں سرکشی بغاوت ایک جیسی ہی ہیں۔ ان دونوں کیلئے ایک ہی پیغمبر مبعوث کئے گئے، غالباً اس لیے کہ یہ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ زبان ایک تھی علاقے ساتھ ساتھ تھے، پھر خاندانی تعلقات پیدا ہو جانے سے مزید قرب ہو گیا، شعیب علیہ السلام نے اہل مدینہ کو توحید کی دعوت دی اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکا۔ جب اہل مدین کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ شدید گرمی میں مبتلا کئے گئے، یہ لوگ گھروں سے بھاگ گئے، تو ان پر ایک بادل آیا، اس کے سایہ میں پناہ لی، ٹھنڈک محسوس کی جب سارے اس بادل کے سائے میں اکٹھے ہو گئے تو ان پر آگ برسائی گئی، سب ہلاک ہو گئے اس کے بعد شعیب علیہ السلام نے اصحاب الایکہ کے ساتھ زندگی گزاری اور دین سکھاتے رہے، جب ان پر کسی نصیحت کا اثر نہ ہوا تو ان پر بھی گرمی مسلط کر دی گئی، دونوں اُمتوں پر ایک جیسا عذاب آیا اور برباد ہو گئیں، دونوں قوموں پر عذاب کا باعث اور برائیاں بھی تھیں مگر لوگوں کو سودا دینے میں نا انصافی، کم تولنا، دوسرے کا حق

مارنا، نمایاں نظر آتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے حقوق العباد کا خیال کس قدر ضروری ہے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں پھر یہی حکم دیا گیا لوگوں کو چیزیں کم نہ دو اور فساد پھیلاتے زمین میں نہ چلو، معلوم ہوا کہ کم تو لائق مارنا فساد ہے جس سے بچا جائے۔

”لوگوں کو ان کی چیزوں میں کمی نہ کرو“ سے مراد یہ ہے کہ معاہدہ کے مطابق جتنا کسی کا حق ہے اس سے کمی کرنا حرام ہے خواہ وہ تولنے والی چیز ہو یا کوئی دوسری، ملازم مزدور اپنے وقت مقررہ میں چوری کرتا ہے وقت کم لگاتا ہے وہ بھی اس وعید میں داخل ہے، اس میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا (۱۸۴) انہوں نے کہا تو صرف ان لوگوں سے ہے جن پر جادو کیا گیا ہے (۱۸۵) تم ہماری طرف بشر ہو ہم تجھے جھوٹوں سے گمان کرتے ہیں (۱۸۶) اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دو (۱۸۷) شعیب نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو (۱۸۸) سوانہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا (۱۸۹) اور بے شک وہ بھاری دن کا عذاب تھا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے

وَاتَّبَعُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبَلَةَ الْاَوَّلِیْنَ  
قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتُمْ مِنَ الْمُسْتَعْرِیْنَ ۝۱۸۴ وَمَا  
اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نُّظَنُّكَ لَیْسَ  
الْكٰذِبِیْنَ ۝۱۸۵ فَاَسْقُطْ عَلَیْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ  
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۱۸۶ قَالَ رَبِّیْ  
اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۷ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ  
عَذَابٌ یَّوْمَ الظُّلَّةِ ۝۱۸۸ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابٌ  
یَّوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۱۸۹ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَّمَا  
كَانَ الْاَنْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۹۰ وَاِنَّ رَبَّكَ  
لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۱۹۱

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم



والے نہ تھے (۱۹۰) اور بے شک تیرا رب ضرور  
غالب ہے بہت رحم فرمانے والا ہے (۱۹۱)

## تفسیر

آپ نے بھی پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح قوم کو ڈرایا اور فرمایا اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو اس قوم نے بھی پہلی گمراہ قوموں جیسا ہی جواب دیا کہ تو ان لوگوں سے ہے جن پر جادو کیا گیا تو ہم جیسا ہی تو بشر ہے، ہم تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے، قوم کی اس گستاخی پر شعیب علیہ السلام نے فرمایا، میرا رب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو یعنی اگر وہ تمہیں عذاب کا مستحق سمجھے گا تو عذاب نازل فرمادے گا، کفار مکہ نے بھی حضور ﷺ سے ایسا ہی سوال کیا تھا، جیسے سورۃ بنی اسرائیل میں ذکر ہے، جو جواب اصحاب الایکہ کو ملا وہی جواب حضور ﷺ کی طرف سے تمہاری طلب کا جواب ہے۔ قوم نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا، آخر کار چھتری والے دن کا عذاب ان پر آ گیا اور بڑے ہی خوفناک دن کا عذاب تھا، چونکہ قوم نے عذاب مانگا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک بادل بھیج دیا جو چھتری کی طرح ان پر اس وقت تک چھایا رہا اور عذاب ان پر ایک دھماکے اور زلزلے کی شکل میں آیا۔ قرآن مقدس نے اس عذاب کا ذکر اس طرح فرمایا ”فَاخَذَ تَهُمُ الرِّجْفَةُ فَاصْبَحُوا نَارِہُمْ جَنِّمِینَ“ انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں وہی بات فرمائی گئی اس میں نشانی ہے ان میں اکثر ایمان نہیں لائیں گے، تیرا رب غالب بھی ہے بہت رحیم بھی۔ اصحاب الایکہ پر عذاب کے سلسلہ میں یہ بھی روایت ملتی ہے کہ ان پر مسلسل سات دن شدید گرمی رہی، حتیٰ کہ سانس لینا مشکل ہو گیا۔ جنگلوں کا رخ کیا، درختوں کے نیچے لیٹ گئے اور ایک سیاہ رنگ کا بادل آیا، اس میں آرام محسوس کیا اور سب اُس کے نیچے اکٹھے ہو گئے تو اچانک اس سے آگ برسنے لگی جس سے برباد ہو گئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَإِنَّ لَتَنْزِيلِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ تَنْزِيلَ  
الرُّوحِ الْأَمِينِ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ  
مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝  
وَإِنَّ لَفِي زُجْرِ الْأَوَّلِينَ ۝ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ  
آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝  
وَلَوْ تَرَكْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝  
فَفَرَّخْنَا عَلَيْهِمُ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝  
كَذَلِكَ سَكَّنَهُ فِي قُلُوبِ الْمُهَاجِرِينَ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہٖ وسلم

اور بے شک (قرآن پاک) رب العالمین کی  
نازل کی ہوئی کتاب ہے (۱۹۲) جس کو روح  
الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے ہیں  
(۱۹۳) آپ کے قلب پر تاکہ آپ (اللہ کے  
عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں  
(۱۹۴) صاف صاف عربی زبان میں (۱۹۵)  
بے شک اس قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی  
ہے (۱۹۶) کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ اس  
قرآن کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں  
(۱۹۷) اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر  
نازل کرتے (۱۹۸) پھر وہ اس کو ان کے سامنے  
پڑھتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے (۱۹۹)  
اسی طرح ہم نے منکروں کے دلوں میں ان کے  
انکار کو دخل کر دیا ہے (۲۰۰)

## تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کا ذکر ہوا ہے، اور قوموں کے انکار کی  
صورت میں ان پر عذاب الہی آیا ہے۔ یہ سارے واقعات حضور ﷺ نے بیان فرمائے حالانکہ حضور ﷺ  
نے انبیاء کے یہ واقعات کسی سے سنے نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے یہ سارے واقعات اللہ تعالیٰ نے اپنے  
محبوب کریم کو بذریعہ وحی بتائے اور آپ پر وحی کا نازل ہونا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

اس آیہ پاک میں قرآن مقدس کے نزول کا ذکر فرما کر بتایا جا رہا ہے، حضور پر جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے اور یہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ آیہ مبارکہ میں جبریل علیہ السلام کو امین فرمایا گیا کہ آپ نے وحی لانے میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی، وہ اس میں زبردست امین ہیں۔ آپ کو قرآن مقدس میں روح بھی فرمایا گیا کہ قرآن مقدس سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے رابطہ ہوتا ہے، علم آتا ہے جہالت دور ہوتی ہے۔ یہ دل کی شاندار حیات ہے جیسے روح جسم کیلئے حیات ہے ایسے وحی دل کیلئے حیات ہے، قرآن مقدس کے نزول کی کیفیت کو فرمایا گیا کہ جبریل نے قرآن مقدس کو عربی زبان میں آپ کے دل پر اُتارا۔ قرآن اس کے الفاظ و معانی کے مجموعہ کا نام ہے قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہو اُردو میں یا کسی اور زبان میں ہوگا تو وہ قرآن نہیں کہلائے گا، نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھنا ناجائز ہے، قرآن کے اُردو ترجمہ کو اُردو قرآن کہنا جائز نہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کو کتابیں لکھی ہوئی دی گئیں مگر حضور ﷺ کو جو کتاب قرآن عطا ہوئی وہ پڑھی ہوئی ہے لکھی شئی فنا ہو جاتی ہے پڑھی ہوئی شے فضا میں رہتی ہے، پھر فرمایا کہ اس قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں ہے۔ یعنی جس رسول کے قلب انور پر یہ کتاب نازل کی گئی اس کے اوصاف پہلی آسمانی کتابوں میں موجود ہیں تمام انبیاء نے حضور کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ کفار مکہ کیلئے فرمایا گیا کیا ان کیلئے نزول قرآن کی یہ دلیل کافی نہیں کہ اس کتاب کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے تھے، سابقہ آسمانی کتابوں میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید اس رسول پر نازل فرمائے گا جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوگا۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا ہے ”یجدونہ مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل“ کفار کی ضد کا یہ عالم ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو عربی زبان میں اُتارا، جو ان کی زبان ہے پھر بھی انکار کر رہے ہیں کبھی جادو کہتے ہیں کبھی شعر کبھی من گھڑت قرار دیتے ہیں اگر ہم اسے عجمی زبان میں اُتارتے اور حضور ان کے سامنے پڑھتے وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے اس طرح ہم نے منکروں کے دلوں میں انکار کو داخل کر دیا ہے۔

اس کلام پاک کی سچائی واضح ہو چکی ہے، تمہارے دل مانتے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے مگر گمراہی اور ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ انکار پر انکار کئے جا رہے ہیں، یہ ایسے ہے جیسے دوپہر کے وقت کوئی ہٹ دھرم کہے آدھی رات ہے ستارے موجود ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں (۲۰۱) اُن پر اچانک وہ عذاب آئے گا اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہوگا (۲۰۲) اس وقت کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی (۲۰۳) کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں (۲۰۴) یہ بتائیے اگر ہم انہیں کئی سالوں کی مہلت دے دیں (۲۰۵) پھر اس کے بعد ان پر وہی عذاب آجائے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا (۲۰۶) تو وہ سامان ان کے کس کام آئے گا جس سے فائدہ اٹھانے کی انہیں مہلت دی گئی تھی، ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا (۲۰۷) اس کیلئے عذاب سے ڈرانے والے بھیجے گئے تھے (۲۰۸) ان کو یاد کرانے کیلئے اور ہم ان پر ظلم کرنے والے نہ تھے (۲۰۹)

لَا يُؤْمِنُونَ بِهٖ حَتّٰی يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾  
فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾  
فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبَعْدَ اٰيٰتِنَا  
يَسْتَعْجِلُوْنَ اَفَرَأَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ  
سِنِيْنَ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوْا يُوعَدُوْنَ ﴿٢٠٤﴾  
مَا نَعْمٰی عَنْهُمْ فَا كَانُوْا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٥﴾ وَمَا  
اَهْلَكْنٰهُم مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اِلَّا اَنَّا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٦﴾  
ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٧﴾

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
العظیم



## تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ ہم نے مجرموں کے دلوں میں ذکر کو گزرا ہے کفار کے دلوں میں ذکر کا گزرا نا، ایسا نہیں جیسے ایمانداروں کے دلوں میں یہ ذکر شفاء قلب بن کر اترتا ہے اور سکونِ روح کا سبب بنتا ہے ان کے دلوں میں یہ عذاب بن کر گزرتا ہے، اور تری دید کیلئے بہانے دلائل تلاش کرتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا کہ وہ لوگ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب دیکھ نہیں لیں گے، جب عذاب ان پر اچانک آجائے گا اور انہیں شعور بھی نہیں ہوگا تو پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے، عذاب دیکھ کر ہی انہیں یقین ہوگا کہ پیغمبر نے جو کچھ کہا سچ کہا ہم غلط تھے، اب افسوس سے کہیں گے کاش ہمیں کچھ مہلت مل جائے مگر اب یہ افسوس فائدہ مند نہیں ہوگا کہ مہلت کا وقت گزر گیا کیا یہ ہمارے عذاب کیلئے جلدی چار ہے ہیں۔

فرمایا جا رہا ہے اگر انہیں نفع اٹھانے کیلئے چند سال اور دے دیں پھر ان کے پاس وعدہ کیا گیا عذاب آجائے تو جس ساز و سامان سے وہ نفع اٹھا رہے ہیں کیا وہ سامان انہیں نفع دے گا، ہرگز نہیں اور ہم نے کسی بستی کو تباہ نہیں کیا مگر ان کیلئے ڈر سنانے والے بھیجے یاد دہانی کیلئے اور ہم ظالم نہیں تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہر صبح جب اپنے تخت پر بیٹھتے تو وعظ و نصیحت کیلئے اس آیہ کریمہ کو پڑھتے اور لوگوں کو دنیا فانی کے فانی اسباب پر توجہ دلاتے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں سب سے زیادہ غافل وہ بندہ ہے جو اپنی فانی زندگی پر مغرور رہا اور پسندیدہ چیزوں میں خوش رہا۔ روح البیان شریف میں ہارون الرشید کا واقعہ نقل ہے اس نے ایک شخص کو قید کیا، قیدی نے ہارون الرشید سے کہا، تمہارا ہر دن نعمتوں اور لذتوں میں گزر رہا ہے اور موت آنے والی ہے، پل صراط پر ہماری ملاقات ہوگی، جہاں حکم کرنے والا صرف اللہ ہوگا، ہارون یہ پیغام سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر گیا ہوش آنے پر قیدی کو رہا کرنے کا حکم دیا گیا، دنیا کو فانی جاننا اور آخرت پر نگاہ رکھنا گناہوں میں کمی کرتا ہے۔

وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ ۚ وَمَا يَنْبَغِي  
لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۚ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ  
لَمَعْمُونَ ۚ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا  
آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ۚ وَأَنْذِرْ  
عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۚ وَخَفِضْ جَنَاحَكَ  
لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَإِنْ  
عَصَوْكَ فَقُلْ إِنَّي بِرَبِّي مُذْنِبٌ ۚ

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نازل نہیں  
ہوئے (۲۱۰) اور نہ وہ اس کے لائق ہیں اور نہ  
وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں (۲۱۱) بے شک وہ  
(فرشتوں کا کلام) سننے سے محروم کر دیئے گئے  
ہیں (۲۱۲) سو (اے مخاطب) تو اللہ کے ساتھ  
کسی اور کی عبادت نہ کرو ورنہ تو بھی عذاب یافتہ  
لوگوں میں ہو جائے گا (۲۱۳) اور آپ اپنے  
قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنائیے (۲۱۴) اور جن  
مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے اُن کیلئے  
اپنی رحمت کے بازو جھکا دیجئے (۲۱۵) پھر بھی  
اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں  
میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں (۲۱۶)

## تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کے متعلق فرمایا گیا، یہ رب کی طرف سے اتارا گیا ہے عربی  
زبان میں ہے جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں، اب اسی عنوان کا دوسرا پہلو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اس  
کتاب کو شیطان لے کر نہیں آئے یہ کفار مکہ کی تردید ہے کہ انہوں نے الزام تراشی میں یہ کہا کہ خدا پناہ  
حضور کا ہن ہیں، اور عام کاہنوں کی طرح ان پر بھی یہ کلام شیاطین القاء کرتے ہیں۔ اس ارشاد میں اُن کی  
تردید ہے اور پھر فرمایا یہ کلام اور یہ مضامین شیاطین کے منہوں پر سجتے ہی نہیں اور نہ ہی ان کے لائق ہے اگر  
شیاطین یہ کرنا بھی چاہیں تو ان کی طاقت سے باہر ہے۔ پھر قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح بیان

فرمایا ہے اگر انسان جن اکٹھے بھی ہو جائیں اور قرآن کی مثل لانے کی کوشش کریں ”لا یأتون بمثلہ“ تو اس کی مثل نہیں لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے کتنے مددگار ہو جائیں پھر اس کی ایک اور دلیل بیان فرمائی کہ جب جبریل حضور علیہ السلام کے قلب انور پر قرآن کو اتارتا ہے تو اس پورے سلسلہ میں کسی جگہ بھی شیاطین کو کان لگا کر سننے کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا جا رہا ہے حضور ﷺ کو مگر سنایا اوروں کو جا رہا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکاریں ورنہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ آیہ مبارکہ کا یہ معنی نہیں کہ خدا پناہ حضور ﷺ سے شرک کا خطرہ تھا، نہیں کفار مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ توحید الہی کے عنوان سے کہیں بھی رعایت نہیں تم کون ہو کہ رعایت کے حق دار بن سکو۔

اگلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو فرمایا جا رہا ہے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرناؤ، تبلیغ رسالت اور ڈر سنانا تو پوری امت کیلئے ہے یہاں صرف قریبی رشتہ داروں کا ذکر ہے، اس انداز تبلیغ میں دعوت کو آسان اور موثر بنانے کی حکمت ہے کہ باہمی تعلقات کو اچھی طرح نبھایا جائے۔ یہ بھی حکمت ہے جب قریبی لوگ وابستہ ہوں گے تو تبلیغ کا مسئلہ زیادہ آسان ہو جائے گا۔ یہ بھی حکمت ہے کہ برادری کو ساتھ چلانے کیلئے اُن سے ربط کیا جائے کہ ماحول زیادہ سازگار ہو۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے حضور ﷺ نے پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کے سب قبائل کو بلایا، جب اکٹھے ہو گئے تو فرمایا اگر میں تمہیں بتاؤں کہ دشمن تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو مانوں گے سب نے کہا ضرور کہ آپ نے سچ کہا تو فرمایا میں تمہیں عذاب سے ڈراتا ہوں کفر سے باز آ جاؤ۔ ابولہب نے گستاخی کی اور کہا تمہیں خرابی ہو تو نے سارا دن ضائع کر دیا، حضور ﷺ خاموش رہے تو ابولہب کے بارہ میں پوری سورت نازل ہوئی، ابولہب تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، پھر فرمایا گیا محبوب ایمانداروں کے ساتھ مشفقانہ سلوک فرمائیں، نرمی سے پیش آئیں، سایہ رحمت میں پناہ دیں، اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجئے میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں تمہارے کردار کو اچھائی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

اور بھروسہ کیجئے سب سے غالب ہمیشہ رحم کرنے  
والے پر (۲۱۷) جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ  
کھڑے ہوتے ہیں (۲۱۸) اور سجدہ کرنے  
والوں میں چکر لگاتے ہیں (۲۱۹) بے شک وہی  
سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے (۲۲۰)

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ الَّذِي  
يَذَرُكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقْلُبُكَ فِي  
السَّجْدِ ۝ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ عزیز الرحیم پر بھروسہ کیجئے اور دنیا کی کسی  
بھی بڑی سے بڑی طاقت کی پرواہ نہ کیجئے، آپ اپنا کام کرتے جائیں پیغام حق سناتے جائیں جب  
عزیز و رحیم آپ کا نگہبان ہے تو پھر پرواہ کا ہے کی، اس کا زبردست ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ جس کی  
پشت پر اس کی تائید ہو اُسے نیچا نہیں دکھایا جاسکتا، اس کا رحیم ہونا دلیل ہے کہ جو شخص اس کیلئے کام کرتا ہے  
جان لڑاتا ہے اس کی کوششوں کو وہ رازیں نہیں جانے دے گا، وہ عزیز و رحیم جو آپ کو نماز کی حالت میں  
قیام کو دیکھتا ہے یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ جب صحابہ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں تو وہ آپ کے  
رکوع و سجود اٹھنے بیٹھنے کو دیکھتا ہے یہ معنی بھی ہے کہ آپ رات کو صحابہ کرام کی عبادت کو دیکھتے ہیں تو اللہ آپ  
کے اس عمل کو دیکھتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے شروع میں حضور پر نماز تہجد واجب تھی، پھر  
جب قیام اللیل کا حکم منسوخ ہو گیا تو آپ رات کو صحابہ کو دیکھتے کہ قیام اللیل ترک کر چکے ہیں یا نقلی طور پر  
پڑھ رہے ہیں۔

یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے سجدہ گزار ساتھیوں کے ساتھ جو کچھ اصلاح کر رہے ہیں اللہ آپ  
کے اس عمل کو دیکھ رہا ہے۔ صاحب روح المعانی نے ابو نعیم کے ذریعہ سے حضرت ابن عباس کا یہ قول بھی  
نقل کیا ہے کہ سجدہ کرنے والوں میں پھیرنے کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ کا نور آپ کے اجداد کی پشتوں میں



منقل ہوتا چلا آ رہا تھا تو اس وقت بھی آپ کو آپ کا رب دیکھ رہا تھا، اس معنی کی روشنی میں واضح ہو رہا ہے، حضور ﷺ کے والدین کریمین اور آپ کے اجداد مشرک نہیں تھے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، فرمایا آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک میرے اجداد و جدات میں کوئی بھی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا میں تم سب سے نفس کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے بھی اس سے واضح ہے حضور ﷺ کے آباؤ اجداد میں کوئی مشرک یا فاسق نہیں ہوا۔

آپ کے والدین کریمین کے سلسلہ میں مزید معلومات مطلوب ہوں تو مشہور رسالہ مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ ترین مفید ثابت ہوگا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

کیا میں تمہیں ان کی خبر دوں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں (۲۲۱) جھوٹ گھڑنے والے گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں (۲۲۲) وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں اسے اکثر جھوٹے ہیں (۲۲۳) اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں (۲۲۴) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکے پھرتے ہیں (۲۲۵) اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے (۲۲۶)

هَلْ اُتَيْتُمْ عَلٰی مَنْ تَنْزِلُ الشَّيَاطِينُ  
تَنْزِلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيمٍ ۝ يُلْقُونَ  
السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كَذِبُونَ ۝ وَالشُّعْرَاءُ  
يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي  
كُلِّ وَادٍ يَّهْيِئُونَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا  
لَا يَفْعَلُونَ ۝

صَلَّى  
الْحَقِّ  
عَلَيْهِ

## تفسیر

اس سے پہلے فرمایا گیا کہ جبریل قرآن پاک لے کر نازل ہوئے ہیں، شیطان کی مجال نہیں کہ محبوب کے قریب بھی آ سکے۔ اس آیت پاک میں ارشاد ہے شیطان کا آنا جانا جھوٹوں بدکاروں کے پاس ہوتا ہے یہ جھوٹے اور بدکار لوگ شیطان کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں یہ کاہن لوگ ہیں جو ڈھکوسلے لگا لگا کر لوگوں کو لوٹتے ہیں اور جھوٹی موٹی باتیں بنا کر لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ حضور ﷺ اس سے پاک طیب طاہر ہیں، کفار کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ حضور شاعر ہیں اس لیے ان کی نبوت کو مانا نہیں جاسکتا، اس کا جواب فرمایا جا رہا ہے شعراء کی پیروی تو بیکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔

حق سے دور ان کے گرویدہ ہوتے ہیں، اور اتباع کرنے والوں کی گمراہی متبوع کی گمراہی کی علامت ہوتی ہے۔ مصطفیٰ کے ماننے والے صحابہ جاں نثار ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ شعراء کے کلام میں تضاد ہوتا ہے رسول اللہ کی زندگی اہل مکہ کے سامنے ہے، آپ کی زندگی میں کسی قسم کا تضاد دکھائی نہیں دیتا، اہل مکہ نے خود برملا کہا یہ سچا ہے۔

حضور ﷺ نے پہاڑی پر کھڑے ہو کر اہل مکہ سے فرمایا ”هل وجدتموني صادقا او كاذبا بلکہ والو بناؤ، مجھے سچا پاتے ہو یا جھوٹا سب نے بہ یک زبان کہا ”یا محمد وجدناك صادقا“ اے محمد ہم نے تجھے سچا پایا۔ شعراء ہر وادی میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں اور ایسی باتیں کیا کرتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے۔ شعراء کی حالت کون نہیں جانتا وہ کبھی کسی کی توہین میں شعر کہہ رہے ہیں کبھی کسی عورت کے حسن کو اچھال رہے ہیں کبھی ان کے کلام میں مسخرہ پن کا انداز ہے کبھی کسی کی بے جا تعریف کی جا رہی ہے کبھی کسی کے خلاف انتقام کے جذبات بھڑکائے جا رہے ہیں۔

حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ ہیں اور آپ کے جاں نثار صحابہ میں ایسی باتوں کا تصور ہی نہیں ملتا، شعراء میں ایک عمل واضح یہ بھی ملتا ہے جو کہتے ہیں کرتے نہیں، حضور ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں میں کہیں ایسی

صورت نہیں ملتی کہ کہیں کچھ اور کریں کچھ (معاذ اللہ)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ  
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوْا  
اللّٰهَ کَثِیْرًا وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا  
ظَلَمُوْا وَسَيَّعَلُمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا  
اَتٰی مُنْقَلِبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲﴾

سوا اُن شعراء کے جو ایمان لائے اور اچھے کام  
کئے اور کثرت سے اللہ کی یاد کی اور اپنے مظلوم  
ہونے کے بعد بدلہ لیا اور ظلم کرنے والے  
عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسے لوٹنے کی جگہ  
لوٹ کر جاتے ہیں (۲۲)

صَلَّى  
الْعَظَمَاءِ

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، جب قرآن مقدس میں شعراء کے خلاف آیات اُتریں، تو  
سیدنا حسان عبداللہ بن رواحہ کعب بن مالک کعب بن زہیر روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے  
اور عرض کی یا رسول شاعروں کے حق میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، ہم بھی تو شعر کہا کرتے ہیں، ہم تو ہلاک ہو  
گئے، ہماری نجات کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت اس آیہ مبارکہ کا نزول ہوا جس سے واضح ہو گیا کہ جن  
شعراء کی مذمت کی گئی ہے وہ شاعر ہیں جو کفر و شرک کو بڑھانے کیلئے زبان درازی کرتے ہیں اور لوگوں کے  
جذبات کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور بارگاہ رسالت میں توہین آمیز شعر کہہ کر ایمان داروں کی دل  
آزاری کرتے ہیں وہ شعراء جن کی ساری قوتیں اسلام کے حق میں صرف ہوئیں، وہ اس زمرہ میں داخل  
نہیں۔

حدیث شریف میں ہے ”اَنْ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٌ“، بعض شعروں میں دانائی کی باتیں ہوتی ہیں، اسی  
قسم کا عنوان ایک دوسری حدیث سے اس طرح ملتا ہے، ”حَسَنَ الشَّعْرِ كَحَسَنِ الْكَلَامِ قَبِيْحُهُ كَقَبِيْحِ  
الْكَلَامِ“ اچھا شعر اچھے کلام کی طرح ہے اور برا شعر برے کلام کی طرح ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد

نبوی شریف میں منبر پر اشعار پڑھتے اور کفار و مشرکین شاعروں کو جواب دیتے۔ ایک دن ابوسفیان کی ہرزہ سرائی کے جواب میں فرمایا

هجوت محمد فاحببت عنه      و عند الله في ذاك الجزاء  
تو نے میرے محبوب محمد ﷺ کے خلاف باتیں کی ہیں میں اس ہجو کا تجھے جواب دے رہا ہوں۔  
وان ابی و والدتی و عرضی      لعرض محمد منكم وقاء  
تمہاری بدزبانی سے حضور ﷺ کی عزت کو بچانے کیلئے، میرے باپ میری ماں ڈھال کا کام دیں گے  
آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا، بدزبانی کرنے والوں کو بہت جلد انجام معلوم ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا حضور ﷺ پر الزام لگانے والوں نے اپنے اوپر کتنا ظلم کیا تھا اور وہ کس جگہ لوٹ کر آ رہے ہیں۔  
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ



## سورة النمل

یہ وہ سورت ہے جس میں النمل کا قصہ موجود ہے اس سورت کے نزول کا وقت مکی زندگی کے درمیانی عہد سے ہے اس کے آغاز میں قرآن مقدس کا تعارف ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں، یہ رب العزۃ کا کلام ہے جو ہر نقص ہر عیب ہر کمی سے پاک ہے۔ اس سورۃ پاک میں قیامت کے دن کا واقعہ ہونا اس پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ذکر ہے آپ کے حکم کے آگے جن و انس تابع ہیں ملکہ سباء کے تخت کا آنکھ جھپکنے سے پہلے آجانے کا ذکر ہے اس سورۃ پاک میں قوم ثمود و لوط کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اہل مکہ کی جہالت کا ذکر کیا گیا ہے کہ عقل و فکر کے ہوتے پتھروں اور لکڑیوں کے بنائے بتوں کو خدا مانتے ہیں، ان کے واقعات کے بعد حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے، محبوب ان کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں یہ بدنصیب لوگ ہیں جو سورج کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں اندھیرا ہے۔

سورة الشعراء سے اس سورت کا ربط یہ ہے کہ پہلی سورۃ میں سلیمان داؤد علیہما السلام کا قصہ نہ تھا اس میں ذکر کر دیا گیا ہے پہلی سورتوں میں انبیاء کے واقعات اجمالی طور پر تھے اس میں تفصیلی طور پر ذکر ہیں۔ سورۃ الشعراء کا آغاز بھی قرآن مقدس کے ذکر سے ہے اس کا بھی اس سورۃ پاک کی ترانوے (۹۳) آیات ہیں اور سات رکوع ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

طاسین، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیات ہیں  
(۱) یہ اُن ایمان والوں کیلئے ہدایت ہے خوشخبری  
ہے (۲) جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا  
کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں  
(۳) حقیقت یہ ہے جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے  
ہم نے ان لوگوں کیلئے ان کے اعمال کو خوش نما بنا  
دیا ہے اس لئے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں (۴) یہ وہ  
لوگ ہیں جن کیلئے بری سزا ہے اور آخرت میں  
یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے  
ہیں (۵) (اے محبوب) بے شک آپ کو یہ  
قرآن بے انتہاء حکمت اور علم والے کی طرف  
سے سکھایا جا رہا ہے (۶)

طَسَّ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ  
مُبِينٍ ۝ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝  
الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ  
الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝  
إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا  
لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ  
الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي  
الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَآلِكَ  
لَتَلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝

صَلَّى  
الْحَقِّ

تفسیر

طس، حروف مقطعات کے بارہ میں پہلے بیان کر دیا گیا ہے کہ کئی معانی کئے گئے ایک معنی یہ بھی ہے  
کہ یہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ قرآن مقدس کو کتاب مبین فرمایا گیا کہ اس کے احکام  
واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں یہ معنی بھی ہے کہ یہ کتاب حق و باطل کا فرق واضح طور پر کرتی ہے یہ معنی بھی

ہے کہ یہ کتاب اتنی واضح صاف اور ظاہر ہے کہ جو بھی غور سے پڑھے گا سمجھ لے گا، یہ کلام من گھڑت نہیں یہ کتاب سراپا ہدایت ہے اور ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے، جو ایمان لے آئے۔ ایمان لانے والے کون ہیں؟ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھا آنا بتاتا ہے، زکوٰۃ اسلام کا دوسرا رکن ہے، ایمان داروں کی ایک صفت اور بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھنا ایمانیات میں اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص سارے احکام بجالاتا ہے اور آخرت پر یقین نہیں رکھتا تو ایسے شخص پر ایمان اور اسلام کے راستہ پر چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا، زبانی طور پر کہہ دینا ہے، میں ایمان لایا کافی نہیں بلکہ احکام کو ماننا ضروری ہے، ایمانداروں کے ذکر کے بعد ایمان نہ لانے والوں کے بارہ میں فرمایا گیا کہ ہم نے ان کے برے اعمال کو مزین کر دیا، نیکی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، دل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ آخرت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور سرگرداں پھرتے ہیں۔ اعمال مزین کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے برے اعمال کو بہتر سمجھ کر گمراہی میں مبتلا رہتے ہیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ہم نے تو ان کے سامنے نیک اعمال مزین کر کے رکھ دیئے تھے مگر ان ظالموں نے توجہ نہ کی بلکہ کفر میں مبتلا ہو گئے مگر پہلا معنی ہی زیادہ واضح ہے۔

فرمایا گیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بدترین عذاب ہے اور آخرت میں سب سے زیادہ خسارے والے ہوں گے، حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! بے شک یہ قرآن آپ ایک حکیم اور علیم ذات رب العزۃ سے سکھائے جا رہے ہیں، کوئی انسان یا جن آکر نہیں سکھاتا (معاذ اللہ)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِذْ قَالَ مُوسٰى لِاٰهْلِهٖ اِنِّىۤ اَنْتُمْ نَارًا  
 سَاتِيْكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اَنْتُمْ بِشَهَابٍ  
 قَبِيْسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَاِذَا جَاۤءَهَا  
 نُوۡدٰى اَنْۢ اَبُوْرِكَ مِنْ فِى النَّارِ وَمَنْ  
 حَوَّلَهَا ۝۸ وَسَبَّحَنَ اللّٰهُ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹  
 يٰۤاَيُّهَا اِنَّا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۰  
 وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا  
 جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَّمَ يُعِقِبُ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا  
 لَا تَخَفْ اِنِّىۤ لَا يَخَافُ لَدَى الْمَرْسُوْلِيْنَ ۝۱۲

اللہ  
 الصّٰلِفِ  
 العظیْمِ

جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا بے شک میں نے آگ دیکھی ہے میں تمہارے پاس ایسی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی سلگتا ہوا انگارہ تا کہ تم گرمی حاصل کر سکو (۷) پھر وہ اس جگہ پہنچے تو ان کو ندا کی گئی جو آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے وہ برکت والا ہے اور اللہ سبحان ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے (۸) اے موسیٰ سنو بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں بہت غالب بڑی حکمت والا (۹) اور اپنا عصا ڈال دیجئے پھر جب انہوں نے اس کو اس طرح لہراتا ہوا دیکھا گویا وہ سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (تو اللہ نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈر مت بیشک میری بارگاہ میں رسول ڈرنا نہیں کرتے (۱۰)

### تفسیر

فرعون کے ظلم سے بچتے ہوئے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام مدین تشریف لے گئے اور دس سال تک شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے اور خدمت کرنے میں گزرے دس سال بعد شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت صفورا سے نکاح فرما دیا اور آپ واپس مصر جا رہے ہیں، سردی کا موسم تھا، رات کا وقت تھا راستہ معلوم نہیں، اس پریشانی میں ہیں کہ دور سے چمکتی ہوئی آگ دکھائی دی آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو میں وہاں جاتا ہوں، وہاں کوئی آبادی ہوگی کسی سے مصر کا راستہ بھی دریافت کروں گا اور تمہارے



پاس آگ کا شعلہ بھی لاؤں گا کہ تم گرمی حاصل کر سکو، موسیٰ علیہ السلام کو یہاں پر دو ضرورتیں پیش آئیں۔ ایک راستہ پوچھنا تھا دوسری ضرورت آگ سے گرمی حاصل کرنا تھا، آپ نے طور کی طرف جانے کی کوشش کی اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے جدوجہد کرنا تو کل کے منافی نہیں، آگ کے دکھائے جانے میں دونوں مقصد پورے ہوتے محسوس ہو رہے ہیں، راستہ بھی مل جائے گا۔ سردی میں آگ سے گرمی بھی حاصل ہوگی، موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل سے کہا کہ یہاں ٹھہرو اہل سے مراد بیوی ہے۔

اس ارشاد سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، بیوی اہل بیت میں شامل ہے آپ کے طور پر جانے کے انداز کو قرآن مقدس نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے کہیں ”انہ انا اللہ“ ذکر کیا ہے کہیں ”انی انا ربک“ ارشاد ہے کہیں ”انسی انا اللہ“ ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نداء بار بار ہو کبھی کسی لفظ سے کبھی کسی سے۔ آپ نے اس آواز کو سنا ہے اس کی کیفیت مفسرین نے اس طرح لکھی ہے، کہ یہ آواز ہر طرف سے یکساں آرہی تھی جس کی کوئی جہت متعین نہ تھی اور آپ کا سننا بھی حیران کن تھا کہ صرف کان نہیں بلکہ ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء سن رہے تھے جو ایک معجزہ کی حیثیت ہے۔ یہ ایک غیبی آواز تھی جو بلا کیف سمت سنی جا رہی تھی لیکن ایسے موقعہ پر مغالطہ کا شبہ ہو سکتا ہے اس باعث بار بار تو حید کا اَلوہیت کا رُبوبیت کا ذکر ملتا ہے۔ فرمایا گیا مبارک ہے جو آگ کے اندر ہے اور جو اسکے آس پاس ہے، آگ کے اندر سے متعلق ایک معنی یہ ہے کہ اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہیں اور آس پاس کی برکت سے مراد فرشتے ہیں۔ ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا ہے کہ ”من فی النار“ سے مراد خود ذات خدا ہے جو آگ سے جلوہ گر ہے یہ تجلی آگ کی صورت میں ہوئی ہے، خدا پناہ ایسی صورت نہیں کہ اللہ نے آگ میں حلول کیا ہے، آواز آتی ہے اے موسیٰ! میں اللہ ہوں زبردست حکمت والا۔

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے یہاں پر ایک صوفیانہ انداز بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔

چوں روا باشد انا اللہ از درخت کے روانہ نبود کہ گوید نیک بخت

اور درخت اللہ ہے نہیں تو یہی آواز نیک بخت کے منہ سے آجائے تو وہ نیک بخت بھی مظہر خدا ہوگا خدا نہیں آواز آتی ہے اے موسیٰ میں اللہ ہوں، عزت والاحکمت والا یہاں پر ایک معجزہ عطا ہوتا ہے فرمایا اپنے عصا کو ڈالنے آپ نے ڈالا تو دیکھا تو وہ سانپ کی طرح لہرا رہا تھا، آپ پیٹھ پھیر کر چلے تو فرمایا گیا ڈرو مت تمہیں منصب رسالت پر فائز کیا گیا ہے اور رسول جب ہمارے ہاں حاضر ہوں تو ڈرا نہیں کرتے۔ یعنی مجھ سے خطاب کے وقت میری عظمت اور جلال کے مشاہدہ سے رسول نہیں ڈرتے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کے متعلق تو یہ ہے کہ اپنے رب سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سوا اس کے جس نے ظلم کیا پھر اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی کی تو بے شک میں بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہوں (۱۱) اور آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالیں تو وہ کسی عیب کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا آپ نو ۹ نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جائیں، بے شک وہ نافرمانوں کا گروہ ہے (۱۲) جب اُن کے پاس ہماری روشن نشانیاں آگئیں تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے (۱۳) اور انہوں نے ان کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دلوں نے صداقت کا یقین کر لیا تھا (ان کا انکار) محض ظلم اور تکبر کے باعث تھا آپ دیکھیں مفسدین کا انجام کیسا ہوا؟ (۱۴)

اَلَا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حَسًا بَعْدَ سُوٍّ  
فَاقْبَلْ عَفْوَ رَبِّهِمْ ۝۱۱ وَاَدْخَلَ يَدَكَ  
فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضًا مِنْ غَيْرِ سُوٍّ ۝۱۲  
فِي تِسْعِ آيَاتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ  
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِيْنَ ۝۱۳ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
اٰیَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ  
وَبَحْدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ  
ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۝۱۴ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
الْعَطِيَّةُ

## تفسیر

بچھلی آئیہ مبارکہ میں تھا جب عصا اڑدھا بنا تو موسیٰ علیہ السلام ڈرے تو بارگاہِ قدس سے حکم ہوا، اے موسیٰ! ڈرو نہیں کیونکہ ہم نے تم کو پیغمبری دی ہے اور پیغمبر کا اعزاز عطا ہونے کے وقت ایسی چیزوں سے جو خود پیغمبری کی دلیل ہوں یعنی معجزات ہوں تو رسول ڈرا نہیں کرتے۔ ہاں جس سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے اور وہ اس لغزش کو یاد کر کے ڈرے تو مضائقہ نہیں۔ مگر اس کی نسبت بھی یہ قائدہ ہے اگر لغزش ہو جائے اور پھر اس لغزش کی جگہ نیک کام کرے تو میں اس کو بھی معاف کر دیتا ہوں کہ میں مغفرت والا ہوں رحمت والا ہوں، ڈرتا وہ ہے جو ظالم ہوا و تم تو ہمارے رسول ہو ڈر کا ہے۔ یہ اس لیے فرما دیا کہ عصا کے معجزہ سے مطمئن ہو جانے کے بعد بھی اپنا واقعہ قبطی کو گھونسا مارنے اور اس کے مرجانے کو یاد کر کے پریشان ہوں اس لیے اس سے مطمئن ہو جانے کے بعد بھی اپنا واقعہ قبطی کو گھونسا مارنے اور اس کے مرجانے کو یاد کر کے پریشان ہوں اس لیے اس سے مطمئن فرما دیا کہ گھبراہٹ جاتی رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مارنے کو ظلم کہنا بارگاہِ قدس میں انتہائی تواضع ہے، انکساری ہے جیسے آدم علیہ السلام نے عرض کی ”ربنا ظلمنا انفسنا“ حقیقت یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اگر لغزش ہوئی تو وہ گناہ ہے ہی نہیں نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

موسیٰ علیہ السلام سے یہ لغزش قبطی کے قتل کی ہوگئی وہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی مگر اس کا یہ اثر اب بھی رہا کہ موسیٰ علیہ السلام پر خوف طاری ہو گیا، اسی مقام پر دوسرا معجزہ ید بیضاء ہی عطا ہوا کہ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالنے وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا اس کے علاوہ سات اور معجزات عطا فرما کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا۔ وہ سرکش لوگ ہیں جب ہماری نشانیاں (معجزات) ان کے پاس آئیں تو کہہ دیا کہ موسیٰ! تو جادوگر ہے اور انکار کر دیا حالانکہ ان دلوں نے صداقت کا اعتراف کر لیا تھا مگر یہ انکار محض ظلم اور تکبر کے سبب تھا، یہ انکار محض اپنی حکومت بچانے اور ذاتی مفادات کے پیش نظر تھا۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بربادی ہوگئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَ  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ  
مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ  
سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ  
عُلِّمْنَا مَنَطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ  
كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْبَیِّنُ ۝  
وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ  
وَالنَّاسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اور یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا  
اور انہوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں  
جس نے ہمیں بہت سے ایمانداروں پر فضیلت  
بخشی (۱۵) اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے اور  
فرمایا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھا دی گئی  
ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں، اور  
بے شک یہی وہ نمایاں فضیلت ہے جو ہمیں عطا  
ہوئی (۱۶) اور فراہم کئے گئے سلیمان کیلئے جنوں  
انسانوں اور پرندوں کے لشکر پس وہ نظم کے پابند  
ہیں (۱۷)

### تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے مدین سے سفر مصر کو روانگی طور پر نبوت کی عطا کا ذکر تھا۔ اس  
آیہ مبارکہ میں حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام پر انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے، ان انبیاء علیہم السلام پر  
بے شمار انعامات ہیں مگر سب سے پہلے علم کا ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے علم اللہ کے انعامات میں سے اہم  
انعام ہے۔ پھر اس انعام پر دونوں انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی حمد کی کہ اُس نے ہمیں بہت سے ایمان داروں  
پر فضیلت بخشی ہے یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے ملک مال و دولت ملنے پر تکبر و غرور سرکشی بغاوت فرعون  
روشن ہے، مصر چھوٹا سا ملک ہے اس پر حکومت ملنے سے فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا، سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یہاں وراثت سے  
مراد وراثت علم و نبوت ہے، مال کی وراثت نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام نہ وارث ہوتے ہیں



نہ مورث ہوتے ہیں۔

ترمذی اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابوالدرداء سے روایت ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، انبیاء میں وراثت علم و نبوت کی ہوتی ہے مال کی نہیں ہوتی۔ روح البیان میں مزید وضاحت اس طرح ملتی ہے، سلیمان علیہ السلام داؤد کے وارث ہوئے اور حضور ﷺ سلیمان علیہ السلام کے اگر اس سے مراد مالی وراثت ہوتی تو سلیمان علیہ السلام کے بھائیوں کا بھی ذکر آتا۔ داؤد علیہ السلام کے ۱۹ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ایک اور انعام کا ذکر فرمایا کہ ہمیں پرندوں کی بولی بھی سکھادی گئی ہے۔ اس سے مراد تمام پرندوں کی بولیاں ہیں اور ایک ایک پرندے کی مختلف انداز کی بولیاں بھی ہیں پرندے جب لڑتے ہیں تو اور زبان ہے محبت کرتے ہیں تو اور زبان ہے۔

ایک اور انعام کا ذکر فرمایا کہ ہمیں ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں، جن کی سلطنت و حکومت میں ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہم پر یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے، انعامات الہیہ میں سے ایک اور انعام کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں جن بھی ہیں، انسان بھی ہیں اور پرندے بھی اور یہ سارے گروہ نظم و ضبط کے پابند ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

حَتَّىٰ إِذَا تَوَّأَ عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ  
نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ  
لَا يَحْطُبُكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ  
لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ  
قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ  
نِعْمَتِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ  
وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي  
بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

حتی کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو  
ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنی اپنی بلوں  
میں چلی جاؤ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری  
میں تمہیں روند نہ ڈالے (۱۸) ان کی بات پر  
سلیمان مسکرا کر ہنس پڑے اور دعا کی اے  
میرے رب تو نے مجھے اور میرے والدین کو جو  
نعمتیں عطا کی ہیں ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر  
قائم رکھ اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جن  
سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے  
نیک بندوں میں شامل کر لے (۱۹)

بچھلی آیہ مبارکہ میں سلیمان علیہ السلام کے عظیم لشکر کا ذکر ہے، جو جنوں، انسانوں اور پرندوں پر  
مشتمل تھا اور بڑی پابندی سے نظم و ضبط سے چلتا تھا ایک واقعہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کہیں سفر فرما رہے  
تھے اس راہ پر کہیں چیونٹیوں کی وادی تھی، چیونٹیوں کی سردار نے لشکر کو دیکھا اور کہا اے چیونٹیو! اپنی اپنی  
بلوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے۔ یہ لشکر اس وادی سے ابھی  
تین میل دور تھا اور چیونٹیوں کی سردار کے اس اعلان کو سلیمان علیہ السلام نے سنا، آپ یہ اعلان سن کر ہنس  
پڑے اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کی توفیق مانگنے لگے جس نے آپ کو دیگر انعامات کے ساتھ سننے کی اتنی  
قوت بخشی کہ چیونٹی کی آواز کو تین میل سے سن لیا، اللہ تعالیٰ نے نبی کی سماعت میں کس قدر قوت رکھی ہے، کہ  
چیونٹی کی آواز کو تین میل سے سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو کس قدر انعامات سے نوازتا ہے چیونٹی کی قوت

بصارت کو بھی دیکھئے اس نے سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو تین میل سے دیکھ لیا ہے، نہ معلوم چیونٹی اور لشکر کے درمیان کتنے پہاڑ، جنگل، دریا ہوں گے چیونٹی کی آواز سے پتہ چلتا ہے چیونٹیوں کا نظم و ضبط رہائش اور گمرانی ہے، اس لیڈر نے اپنا حق ادا کیا ہے، چھپ جاؤ لشکر آ رہا ہے چیونٹی کے بارہ میں لکھا گیا ہے کہ اس کی حس بڑی تیز ہوتی ہے دور دراز سے سونگھ لیتی ہے اور وہاں پر پہنچ جاتی ہے گندم کے دانہ کو جب ذخیرہ کرتی ہے تو اسے کاٹ دیتی ہے کہ نمی کی وجہ سے اُگ نہ جائے۔ مسور اور دھنیا کا ذخیرہ کرے تو اس کے چار کھڑے کر دیتی ہے کہ اس کا نصف حصہ بھی اُگ جاتا ہے۔

سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر مسکرا دیئے، ہنس پڑے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزار رہنے کی دعا مانگ رہے ہیں، دعائیں والدین کا ذکر ہے نیک بندوں میں شامل رہنے کی التجا کر رہے ہیں۔ آئیہ کریمہ میں سلیمان علیہ السلام کا جانوروں کی بولیاں سمجھنا، ان سے باتیں کرنے کا ذکر ہے، ہمارے نبی کریم ﷺ کا جانوروں سے باتیں کرنا، ان کی بولیاں سمجھنا متعدد روایت سے ثابت ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ تشریف فرما تھے، ایک دیہاتی آیا اس کے پاس گوہ تھی، اس نے کہا میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا حتیٰ کہ یہ گوہ آپ کی شہادت دے کہ آپ رسول ہیں یہ کہہ کر اس نے گوہ زمین پر پھینک دی، حضور ﷺ نے گوہ سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتی ہو اس نے کہا رب العالمین کی آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رب العالمین کے رسول ہیں، جس نے آپ کو مانا وہ کامیاب ہو گیا جس نے انکار کیا وہ ناکام ہو گیا، یہ معجزہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ فرماتے ہیں ایک اونٹ بڑا رہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا اس کے مالک کو بلاؤ، وہ آیا آپ نے فرمایا تیرا اونٹ شکایت کر رہا ہے تو اس سے کام لیتا رہا ہے اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اسے ذبح کرنا چاہتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کی ہر شے جانتی ہے میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے حضور علیہ السلام ایک ہرنی کے پاس سے گزرے، جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی اس نے

عرض کی حضور مجھے کھول دیجئے میں بچوں کو دودھ پلا کر آ جاؤں گی، حضور ﷺ نے اس سے عہد لیا چنانچہ وہ چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد دودھ پلا کر آ گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور انہوں نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا وجہ ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے (۲۰) میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا ورنہ وہ اس کی صاف صاف وجہ بتائے (۲۱) وہ ہد ہد کچھ دیر بعد آ کر بولا میں نے اس جگہ کا احاطہ کیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا، میں آپ کے پاس ملکہ سبا کی یقینی خبر لایا ہوں (۲۲) میں نے دیکھا ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے (۲۳)

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدَّ هَذَا أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۚ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوَلَا أَدْرِيتهُ أَوْ لِيَأْتِيَنِي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۚ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ مَحْطُ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَأٍ يَقِينٍ ۚ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۚ

ﷺ  
الْعَظِيمِ

### تفسیر

سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے عظیم لشکر کے ہر دستہ ہر طبقہ کی نگرانی فرماتے۔ حکمرانی کے اصول میں بھی ہے کہ رعایا کے ہر طبقہ کا خیال کیا جائے، ایک موقع پر سلیمان علیہ السلام اپنی رعایا کے پرندوں کا معائنہ فرمایا اور دیکھا اُن میں ہد ہد غیر حاضر ہے، آپ رعایا کے حالات سے باخبر رہتے تھے، ہد ہد ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اور کمزور بھی ہے دوسرے پرندوں کی نسبت اس کی تعداد بھی کم ہے وہ چھوٹا پرندہ بھی نظر سے اوجھل نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کمزور رعیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ



عنہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرتے تھے کہ سب لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں، مصیبت زدہ کی مدد فرماتے اور فرمایا کرتے اگر دریائے فرات کے کنارے پر کسی بھیڑیے نے بکری کو پھاڑ ڈالا تو اس کا بھی عمر سے سوال ہوگا، یہ اصول جہاں بانی تھے جو انبیاء علیہم السلام کو سکھائے گئے اور پھر صحابہ کرام نے ان پر زبردست عمل کیا، صحابہ کے بعد زمین و آسمان نے ان جیسے عدل و انصاف امن و سکون اطمینان کا منظر نہیں دیکھا۔ ہد کو غیر حاضر پا کر آپ نے فرمایا میں اُسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا۔

ہد کے بارہ میں یہ تحقیق کیوں ہوئی، یہ سوال حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا سلیمان علیہ السلام کا قیام کسی ایسی جگہ پر ہوا جہاں پانی نہیں تھا، اللہ نے ہد کو یہ خصوصیت بخشی ہے کہ وہ زمین کے اندر کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کا مقصد تھا کہ ہد سے پتہ کریں پانی کتنا نیچے ہے اور کس جگہ کھودنے سے پانی مل سکتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہد آگیا اور کہا میں ایسی اطلاع لے کر آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہ تھی اور میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا ہے جو ان کی حکمران ہے اور اُسے ہر قسم کی چیز سے دیا گیا ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے اس عورت کا نام بلقیس بنت شراحیل بتایا گیا ہے بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے اس کی والدہ جنات میں سے تھی۔ اس آئیے سے عورت کی حکمرانی کا جواز ثابت کرنا درست نہیں، جب بلقیس حکمران تھی اس وقت وہ کافرہ تھی اور کافروں پر ہی حکومت تھی، کافر کا قول فعل حجت نہیں ہو سکتا نیز حضور ﷺ نے عورت کی حکومت کی مذمت فرمائی ہے۔

بلقیس کے تخت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ملتی ہے اس تخت کی لمبائی اسی (۸۰) ہاتھ تھی اور چوڑائی چالیس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی جس پر موتی اور یاقوت کا کام کیا گیا تھا، پردے ریشم اور حریر کے تھے، سات مقفل عمارتوں میں محفوظ تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَجَدْتُهُمْ وَكُودَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ  
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ  
أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا  
يَهْتَدُونَ ۝ أَلَا يَسْجُدُونَ لِلَّهِ  
الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّاعَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا  
تُعْلِنُونَ ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ  
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور  
شیطان نے ان کیلئے ان کے کاموں کو خوش نما بنا  
دیا ہے سوان کو اللہ کے راستہ سے روک دیا ہے  
وہ ہدایت نہیں پا رہے (۲۴) یہ لوگ اللہ کو سجدہ  
کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی  
چیزوں کو باہر لاتا ہے اور وہ ان تمام چیزوں کو  
جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جن کو ظاہر کرتے ہو  
(۲۵) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے  
وہی عرش عظیم کا مالک ہے (۲۶)

بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر

ہد ہد نے سلیمان علیہ السلام کو اس قوم کی تفصیل میں بتایا وہ قوم سورج کی پرستش کرتی ہے، شیطان نے  
ان کیلئے ان کے اعمال خوشنما کر دیئے ہیں اور ان لوگوں کو حق راہ سے روک رکھا ہے اور وہ ہدایت نہیں پاتے  
کہ اس خدا کو سجدہ کریں جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم چھپاتے  
ہو۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں، یہ آیت ”الایسجدو“ ہد ہد کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اس میں حضور  
ﷺ کی اُمت کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ اس سے پہلے ہد ہد نے جب بلقیس کی حکمرانی کا ذکر کیا ہے تو اس  
کے تخت کو عرش عظیم کہا، یہاں اللہ تعالیٰ عز و جل کے عرش کی صفت بھی عظیم فرمائی گئی، بلقیس کا تخت دنیاوی  
بادشاہوں کے تختوں سے بڑا ہے۔ رب ذوالجلال کا عرش تمام زمینوں اور آسمانوں سے بڑا ہے عرش الہی کی  
بڑائی کے متعلق حضرت ابوذر سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ سے کرسی کے متعلق سوال کیا گیا  
تو آپ نے فرمایا، ابوذر رسات زمینیں اور رسات آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے جنگل کی زمین میں

انگوٹھی گری ہو اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسے ہے جیسے انگوٹھی کی فضیلت جنگل پر۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کرسی قدموں کی جگہ ہے اور عرش کی عظمت و مقدار کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

سلیمان نے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹوں میں سے ہو (۲۷) میرا یہ مکتوب لے جاؤ اور ان کے پاس ڈال دو پھر ان سے پشت پھیر لو اور دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (۲۸) ملکہ سبا نے کہا اے میرے سردارو! بے شک میرے پاس ایک معزز مکتوب پہنچایا گیا (۲۹) بے شک وہ مکتوب سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے ہے جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے (۳۰)

قَالَ سَتَنظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَذٰبِيْنَ ۝ اِذْ هَبْ بِكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝ قَالَتْ يَا اَيُّهَا الْمَلِكُ اِنِّىْ اَلْقِىْتُ اِلَيْكَ كِتٰبًا كَرِيْمًا ۝ اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
العظمیٰ

## تفسیر

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی طرف ایک مکتوب لکھا وہ خط دھاگے سے باندھ کر ہد کے گلے میں لٹکا دیا اور ہد سے کہا یہ خط بلقیس تک پہنچا دو۔ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ جب ہد ہدیہ خط لے کر بلقیس کے محل میں پہنچا تو وہ سوئی ہوئی تھی اس نے درازہ بند کر کے چابیاں اپنے سر ہانے رکھی ہوئی تھیں، ہد ہد روشن دان سے کمرے میں داخل ہوا اور وہ مکتوب اس کے سینہ پر پھینک دیا۔ ایک قول اس طرح بھی ہے کہ اس نے چونچ مار کر بلقیس کو جگایا تو وہ گھبرا کر اٹھی جب خط پڑھا تو کاٹنے لگی۔ اسکے بعد بلقیس

نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا اور کہا میرے سردار مجھے ایک معزز مکتوب پہنچایا گیا ہے وہ مکتوب سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ مکتوب اللہ ہی کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔

بلقیس نے مکتوب کی عزت کی، اُسے کریم اور معزز کہا اس عزت کے سبب اس کے دل میں اسلام کا جذبہ پیدا ہو گیا یہ مکتوب ایک عظیم نبی جن وانس کے حکمران سلیمان کا تھا ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنا ایک مکتوب بحرین کے حاکم کی طرف بھیجا، حاکم بحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا جب کسریٰ نے مکتوب پڑھا تو غصے میں آکر اُسے پھاڑ دیا، یہ خبر بارگاہ رسالت میں پہنچی تو آپ نے اس کے خلاف دعا کی، اللہ اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں چنانچہ کسریٰ کو اس مبارک مکتوب پھاڑنے کی سزا یہ ملی اس کا بیٹا شیرویہ اس پر مسلط ہو گیا، اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور سلطنت برباد ہو گئی۔

سلیمان علیہ السلام نے اپنے مکتوب میں پہلے اپنا نام لکھا پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم، بلقیس کا فرہ تھی لیکن اس کا ہاتھ پہلے اللہ کے نام پر نہ لگ جائے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہو اور بلقیس نے سلیمان کا نام پڑھ کر سب کو بتایا یہ مکتوب سلیمان علیہ السلام نے عربی زبان میں لکھا تھا کہ بلقیس عربوں کی نسل سے تھی، سلیمان علیہ السلام جب کسی کو حق کی دعوت دیتے ہیں تو عموماً معجزات بھی دکھائے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو معجزہ دکھایا، ہمارے نبی کریم ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں سلیمان علیہ السلام کا مکتوب ہد ہد کا لیجانا اُسے بلقیس کو پہنچانا بھی معجزہ ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ



الْأَتَعْلُوا عَلَيَّ وَأَتُونِي مُسْلِمِينَ ۖ قَالَتْ  
يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ أَفْتُونِي فِي أَمْرٍ مَا  
كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ ۖ  
قَالُوا نَحْنُ أَوْلَا قُوَّةٍ وَأُولَا بَأْسٍ  
شَدِيدٍ ۖ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي  
مَاذَا تَأْمُرِينَ ۖ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ  
إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا  
أَعْرَافَ أَهْلِهَا آذِلَّةً ۖ وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝

الْحَقُّ  
الْعَظِيمُ

یہ کہ میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور مسلمان ہو  
کر میرے پاس آ جاؤ (۳۱) (بلقیس نے) کہا  
میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں اس  
وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی جب تک تم  
(مشورہ کے ساتھ) حاضر نہ ہو (۳۲) انہوں  
نے کہا ہم بہت طاقت والے اور سخت جنگ جو  
ہیں اور فیصلہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے آپ  
سوچ کر بتائیں آپ کیا حکم دیتی ہیں (۳۳)  
اس نے کہا بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے  
ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں اور اس کے  
معززین کو رسوا کر دیتے ہیں اور وہ بھی ایسا ہی  
کریں گے (۳۴)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ ہدہ سلیمان علیہ السلام کا مکتوب لے کر بلقیس کے ہاں گیا اور وہ مکتوب  
بلقیس تک پہنچایا، اس مکتوب میں حاکمانہ انداز تھا کہ میرے خلاف سر نہ اٹھانا اور تابع ہو کر حاضر ہو جانا  
بلقیس نے خط پڑھا تو گھبرا گئی کہ سلیمان وہ شخصیت ہے جس کے تابع جن انسان اور پرندے میں مقابلہ  
سے گھبرا گئی، اپنے سرداروں کو بلایا اور کہا مجھے بتاؤ، اب کیا کرنا ہے میں تنہا اس معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں  
کر سکتی اتنی عظیم حکمران ہو کر سرداروں سے مشورہ لے رہی ہے، اسلام نے بھی مشورہ لینے کا حکم دیا ہے،  
سرداروں نے اپنے کو طاقتور جنگ جو سخت گیر کہہ کر مقابلہ کا اشارہ دے دیا اور پھر کہا فیصلہ آپ کا ہی ہوگا جو

چاہیں سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں حکم سنا دیں، بلقیس نے کہا جب بادشاہ کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو ملک کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں وہاں کے معززین کو زسوا کر دیتے ہیں وہ بھی ایسا ہی کریں گے، میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی سفیر کیا جواب لاتے ہیں۔ ملکہ بلقیس نے ہدیہ بھیجنے کا فیصلہ اس لیے کیا کہ اگر انہوں نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر وہ بادشاہ ہیں تم اُن سے جنگ کرنا اور اگر انہوں نے ہدیہ قبول نہ کیا تو پھر وہ نبی ہیں۔ اسلام نے بھی ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کا فرمایا ہے کہ اس سے ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے، ایک دوسرے سے مصافحہ کرو کینہ دور ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے ایک دوسرے کو ہدیہ دو اس سے سینہ سے کینہ نکل جاتا ہے، بلقیس کی طرف سے بھیجا گیا ہدیہ کیا تھا، سونے کی ایک اینٹ کو ریشم میں لپیٹ کر بھیجا گیا جب بلقیس کے سفیر ہدیہ لے کر سلیمان علیہ السلام کے ہاں گئے تو آپ نے جنات کو حکم دیا کہ وہ ان کے محل میں ایک ہزار سونے کی اینٹوں اور ایک ہزار چاندی کی اینٹوں کا فرش بچھا دیں، جب سفیروں نے یہ عالم دیکھا کہ یہ تو پورے کا پورا محل ہی سونے چاندی کا ہے۔ ہم ایک اینٹ دے کر کیا کریں گے۔ تفاسیر میں یہ بھی ملتا ہے کہ دربار سے تیس میل تک سونے چاندی کا فرش لگا دیا گیا، دائیں بائیں چار چار ہزار سونے کی کرسیاں لگا دی گئیں تھیں جو اہرات سے پورا ہال مزین تھا، جانوروں سے یہ دیکھ کر بلقیس کے کارندے متحیر ہو گئے جب سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کی مہمانی اہتمام فرمایا مگر تحائف واپس کر دیئے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں یہ ہدیہ اسی (۸۰) غلاموں باندیوں پر مشتمل تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَأَنِّي مُرْسَلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنظَرْنَا  
 بِمَا يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ۖ فَلَمَّا جَاءَ  
 سُلَيْمَنَ قَالَ اتَّبِدُونَنِي بِمَالٍ فَمَا  
 أَتَى اللَّهَ خَيْرٌ مِّمَّا أَتَيْتُمْ بَلْ  
 أَنتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ۖ رَاجِعْ  
 إِلَيْهِمْ فَلَمَّا أَتَيْنَهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ  
 لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَدَلَّةً  
 وَهُمْ صَاغِرُونَ ۖ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ  
 أَيْكُمْ يَا تَبِئَنِي بِعَمَلِكُمْ قَبْلَ أَنْ  
 يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۖ

اللَّهُ  
 الْعَظِيمُ

اور بیشک میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجنے والی  
 ہوں پھر دیکھوں گی سفیر کیا جواب لاتے ہیں  
 (۳۵) پھر جب وہ (سفیر ہدیہ لے کر) سلیمان  
 کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا تم مال کے  
 ساتھ میری مدد کر رہے ہو سو اللہ نے جو کچھ مجھے  
 دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا  
 ہے بلکہ اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش ہوتے رہو (۳۶)  
 ان کے پاس واپس لے جاؤ اور انہیں بتاؤ ہم  
 ضرور اپنے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کریں گے  
 جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ہم  
 ضرور انہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے  
 (۳۷) سلیمان نے کہا اے سردارو! تم میں کون  
 ہے جو ان کے فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے اس  
 کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے (۳۸)

### تفسیر

بلقیس کا سفیر جب ہدیہ لے کر سلیمان علیہ السلام کے ہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم میری مدد کرنا  
 چاہتے ہو جو کچھ مجھے اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تمہیں دیا ہے آپ کے اس ارشاد سے خدا  
 پناہ تکبر متصور نہیں بلکہ بتانا ہے مجھے تمہارا مال مطلوب نہیں میں چاہتا ہوں تم ایمان لے آؤ، تمہارے مال سے  
 خوش ہو کر تمہیں کفر و شرک کی کھلی اجازت دے دوں، ایسا نہیں ہو سکتا، جاؤ تم خود ہی اس مال سے خوشی  
 حاصل کرو، آپ نے ہدیہ لانے والے سے فرمایا جاؤ یہ ہدیہ واپس لے جاؤ، جس نے بھیجا ہے یا تو وہ مسلمان

ہو جائیں یا پھر ہم اُن پر لشکر کشی کریں گے جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے وہ ذلیل ہو جائیں گے۔

بلقیس کے کارندے جب ہدیہ واپس لے کر پہنچے اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا کہ وہاں تو سونے چاندی کے فرش بچھے ہوئے ہیں، خدام و غلمان کی قطاریں لگی ہوئی ہیں، تو بلقیس نے مناسب سمجھا کہ خود ان کی ملاقات کیلئے بیت المقدس جائے۔ پوری شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوئی۔ سلیمان علیہ السلام کی طرف اطلاع بھیجی کہ میں خود ملنے آرہی ہوں، چاہتی ہوں کہ خود بات کروں، بلقیس کی آمد کی ساری صورت حال اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو بتادی۔ جب بلقیس قریب پہنچ گئی تو سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ اُسے اپنے رب قدوس کی قدرت کاملہ کا ایک اور عظیم کرشمہ دکھا دیں تاکہ بلقیس کو یقین ہو جائے کہ سلیمان اللہ کا نبی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

ایک بہت بڑے جن نے کہا میں آپ کے مجلس درخواست کرنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا، اور میں اس پر قادر ہوں اور امین ہوں (۳۹) جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے تخت کو آپ کے حاضر کر دوں گا جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ میرا عمل

قَالَ عَفَرِيْتُ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اَتِيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوْمٌ اٰمِیْنٌ ۝۱۰ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اَتِيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ۝۱۱ فَلَمَّا رَاَهٗ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۚ لَّیْبَلُوْنِیْٓ ؕ اَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَلَمَّا یَشْكُرْ لِنَفْسِهٖۤ اَمْۢ مَنْ كَفَرَ فَلَمَّا یَكْفُرْ لِرَبِّیْ غَنٰی ۚ كَرِیْمٌ ۝۱۲



جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہی کرتا  
ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ  
ہے بزرگ ہے (۴۰)

### تفسیر

بلقیس نے خود ملاقات کیلئے بارہ ہزار سرداروں کو اپنے ساتھ لیا جن کے تحت ایک ایک لاکھ فوجی تھے،  
سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب عطا فرمایا تھا، محفل میں کوئی آپ سے پہلے کوئی بات کی ہمت  
نہیں کر سکتا تھا، ایک روز آپ نے غبار اٹھتا دیکھا تو حاضرین سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی،  
بلقیس اپنے لشکر کے ساتھ آرہی ہے۔

جب سلیمان علیہ السلام کے ملک کے قریب آئی تو سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا تم  
میں کون ہے جو ان کے حاضر ہونے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لے آئے تو ایک بہت بڑے کوزن  
نامی جن نے کہا میں آپ کے محفل درخواست کرنے سے پہلے لا کر پیش کر دوں گا، میں اس پر قوت رکھتا ہوں  
اور امین ہوں اس کے ہیرے جواہرات میں کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی۔ سلیمان علیہ السلام صبح دوپہر تک  
محفل میں بیٹھتے اور فیصلے سناتے، سلیمان علیہ السلام تخت منگا کر بلقیس کو اپنی خدا داد قوت دکھانا چاہتے تھے،  
اور یہ حیرت انگیز کارنامہ دکھا کر اپنی نبوت پر دلیل چاہتے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ تخت منگا کر ہدہ کی  
تصدیق چاہتے تھے اس نے کہا تھا کہ بلقیس کا تخت بہت بڑا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تخت منگا کر اس میں کچھ  
تغیر و تبدل کر کے بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتا ہے کہ نہیں۔ سلیمان علیہ  
السلام نے فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں، سلیمان علیہ السلام شام میں ہیں اور بلقیس یمن میں اور  
یہ تخت کئی کوٹھڑیوں کے آگے، ایک کوٹھڑی میں تھا، تالوں میں بند تھا اور محافظ نگران مستعد تھے۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے بھی بہت جلد تخت چاہتا ہوں چنانچہ ایک اور شخص آصف بن

برخیا اس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں تخت کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں بعض نے کہا اس کا نام ملینا تھا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ شخص آصف بن برخیا ہی تھا یہ سلیمان علیہ السلام کے عزیز تھے۔ چنانچہ لمحہ بھر میں وہ تخت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آ گیا تو آپ نے فرمایا میرے اللہ کا فضل ہے تاکہ وہ میرا عمل ظاہر کرے، میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، آصف برخیا نے سلیمان علیہ السلام سے کہا آپ یمن کی طرف دیکھئے، جہاں آپ کا مطلوب تخت ہے پھر اللہ سے دعا کی تو وہ تخت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آ گیا، یہ آصف بن برخیا کا تصرف تھا جس سے پتہ چلتا ہے ولایت کا تصرف کس قدر اہم ہے، اس اہم واقعہ سے پتہ چلتا ہے، ولی سے کرامت سرزد ہوتی ہے، اور اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔ آصف بن برخیا سلیمان علیہ السلام کی امت کا ایک ولی ہے، جیسے حضور ﷺ تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں ایسے ہی حضور ﷺ کی امت کے ولی سابق انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے اولیاء سے زیادہ مقام رکھتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرُ أَتَهْتَدِي  
 أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٧١﴾  
 فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ  
 قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ  
 قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾ وَصَدَّاهُمَا مَا  
 كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَأَمَّا هَا  
 كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٧٣﴾

صَلَّى  
 الْعِظِيمِ

آپ نے حکم دیا اس کے تخت کی شکل بدل دو ہم  
 دیکھتے ہیں کہ وہ حقیقت پر آگاہ ہوتی ہے یا ان  
 لوگوں سے ہے جو حقیقت کو نہیں پہچانتے (۷۱)  
 جب وہ آئی تو اس سے پوچھا گیا کیا تیرا تخت  
 ایسا ہی ہے تو کہنے لگی یہ ہو بہو وہی ہے اور ہمیں  
 اس واقعہ کی پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی ہم تو  
 فرمانبردار ہی بن کر حاضر ہوئے ہیں (۷۲) اور  
 روک رکھا تھا اُسے (ایمان لانے سے) ان  
 بتوں نے جن کی وہ عبادت کرتی تھی اللہ کو چھوڑ  
 کر بے شک وہ قوم کفار سے تھی (۷۳)

### تفسیر

سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس تخت کی شکل و صورت میں کچھ رد و بدل کر دو ہم دیکھیں گے وہ  
 اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں جب بلقیس اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ دربار سلیمانی میں حاضر ہوئی تو اس  
 سے پوچھا گیا تیرا بادشاہی تخت بھی اس قسم کا ہے، بلقیس نے فوراً کہا وہی معلوم ہوتا ہے اور ہمیں اس بات کی  
 اطلاع پہلے مل چکی ہے کہ تخت آپ کے پاس پہنچ گیا ہے۔ آپ نے اپنی نبوت اور اپنی شان و عظمت  
 دکھانے کیلئے یہ معجزہ دکھایا ہے، ہم تو پہلے ہی جان چکے ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

بلقیس ایسی ذہین اور سلیم الطبع خاتون جس نے سلیمان علیہ السلام کو فوراً مانا اور پہچانا وہ اللہ کو چھوڑ کر  
 بت پرستی میں کیسے لگ گئی کہ وہ پیدا ہی ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں سورج کی پرستش کی جاتی تھی، اُسے  
 یہ کسی نے بتایا ہی نہیں تھا کہ سورج کو پیدا اللہ نے کیا ہے، عبادت کے لائق تو وہی ذات بابرکات ہے جس

نے سورج کو انسان کی خدمت کیلئے بنایا ہے۔ بلقیس کی سورج پرستی اس لئے تھی کہ کافروم میں پیدا ہوئی تھی اور قوم کی عادت اس کے سامنے تھی یہی اس کے راستے میں رکاوٹ بن گئی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پیش آنے پر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس رکاوٹ کے ہٹ جانے میں ذرا دیر بھی نہ لگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اُسے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ پس جب اس نے دیکھا (اُس فرش کو) تو اس نے خیال کیا یہ گہرا پانی ہے اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا آپ نے فرمایا یہ پانی نہیں یہ چمکدار محل ہے شیشے کا بنا ہوا ہے کہا (بلقیس نے) اے میرے رب میں آج تک اپنے پر ظلم کرتی رہی میں آج ایمان لائی ہوں سلیمان کے ساتھ اللہ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (۴۴)

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ ۖ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ۖ وَاسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِمُ  
الْعَظِيمِ

## تفسیر

جب بلقیس حاضر ہوئی، سو اُسے کہا گیا محل میں داخل ہو، اس سے پہلے سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ایک خط لکھا تھا وہ بھی اسے حق سے قریب کرنے کا ایک عمل تھا، پھر دوسرا کام جو آپ نے اسے حق کے قریب کرنے کیلئے کہا تھا وہ بے بہا قیمتی ہدیہ کو واپس کرنے کا تھا کہ اُسے پتہ چل جائے، سلیمان کو دنیا کی پرواہ نہیں یہ کسی اور طرز کا بادشاہ ہے۔

اس سلسلہ میں سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے سفیر کو یہ فرمانا بھی تھا کہ تم مجھے مال کے ذریعہ مرعوب کرنا چاہتے ہو مجھے اللہ نے بہت کچھ دیا ہے اور وہ تم سے بہت زیادہ ہے یہ وہ چند چیزیں تھیں جنہوں نے



بلقیس کو چل کر آنے پر مجبور کر دیا تھا، پھر ایک اور بات تھی جس نے بلقیس کو حیرت میں ڈالا، وہ بلقیس کا تخت تھا جو لمحہ بھر میں یمن سے بارگاہ سلیمانی میں پہنچ گیا، بلقیس نے جب یہ عظیم محل دیکھا تو اُسے یوں محسوس ہوا کہ وہاں پانی کی لہریں موجزن ہیں اُس نے اپنے پانچ ٹخنوں سے اوپر چڑھائے کہ بھیگ نہ جائیں وہ یہ اندازہ نہ کر سکی کہ پانی نہیں بلکہ شیشے کا بنا ہوا فرش ہے اور پانی نیچے بہہ رہا ہے۔ آپ سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس کی غلطی پر آگاہ فرمایا، جب بلقیس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو دل کی حالت اور بدل گئی اس سے پہلے حیران کن واقعات نے بھی اس کے دل کو جھنجھوڑا تھا اس عظیم واقعہ نے دل کو اور روشن کر دیا اور اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، اپنی پہلی زندگی کے بارہ میں کہا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سورج کی پرستش کرتی رہی، اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لے آئی ہوں، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے حضرت عکرمہ سے روایت ملتی ہے، بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آگئی اور آپ نے اُسے اس کے ملک پر برقرار رکھا اور واپس بھیج دیا، سلیمان علیہ السلام وہاں جاتے اور چند دن قیام فرماتے، آپ نے بلقیس کیلئے یمن میں تین شاندار محلات بنوادیئے تھے (واللہ اعلم)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اور بے شک ہم نے شمود کی طرف اُن کے ہم قبیلہ صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو وہ فریق بنا کر جھگڑنے لگے (۴۵) صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی کی طلب سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کرتے رہے ہو تم اللہ سے گناہوں کی بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۴۶)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا  
اَنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنٍ  
یَخْتَصِمُوْنَ ۚ قَالَ یَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ  
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ  
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ قَالُوْا اَطٰیْرُکُمْ  
بَیْکَ وَبَیْنَ مَعٰکَ ۚ قَالَ طٰیْرُکُمْ  
عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَفْتَنُوْنَ ۝۴۶

انہوں نے کہا ہم آپ کو اور آپ کے اصحاب کو  
منحوس خیال کرتے ہیں صالح نے کہا تمہاری بد  
شگوننی اللہ کے ہاں ہے تم فتنہ میں مبتلا ہو (۴۷)

## تفسیر

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کے واقعہ کے بعد پھر حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا  
جا رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو رب ذوالجلال کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی چند نیک لوگوں نے  
آپ کی دعوت کو قبول کر لیا اور ایک بڑی تعداد نے انکار کر دیا اور اپنے کفر پر ڈٹی رہی۔ سورہ اعراف شریف  
میں تفصیل سے یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ آپ صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا، اے میری قوم برائی کرنے  
میں تیزی کیوں کرتے ہو تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے کہ تم پر رحم کر دیا جائے، بجائے اس کے کہ قوم حکم  
مانتی، قوم نے کہا صالح تو نے ہمارے درمیان اختلافات پیدا کر دیئے ہیں تیری وجہ سے قوم میں شدید  
منافرت پیدا ہو گئی ہے تجھ سے پہلے قوم بہت اتفاق پیار سے رہ رہی تھی تو تو ایک فتنہ پرور آدمی ہے، تیرے  
انداز نے ہمیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے، ہم تجھ پر ایمان لانے کیلئے قطعی تیار نہیں، تیری نحوست کی وجہ  
سے ہماری کھیتیاں برباد ہیں، بارش ہوتی نہیں، بیماریاں پھیل گئی ہیں سارا علاقہ برباد ہو گیا ہے ہم آپ کا  
جائزہ لے چکے ہیں آپ کی وجہ سے ویرانی، بربادی، تباہی نے ہمیں گھیر دیا ہے تو اور تیرے ساتھی ہمارے  
نزدیک براشگون ہیں۔

عرب بدشگوننی کے قائل تھے، وہ کوئی کام کرنے سے پہلے پرندے کو اڑاتے اگر وہ ان کی دائیں  
طرف اڑتا تو وہ اس کام کو مبارک سمجھتے اگر بائیں طرف سے اڑتا تو منحوس سمجھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود  
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا، بدشگوننی لینا شرک ہے۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا  
جس بدشگوننی کو تم میری طرف منسوب کر رہے ہو، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ تمہاری بدکاریوں کا نتیجہ ہے

تم ایسی قوم ہو جو فتنہ میں مبتلا کر دی گئی ہو آپ کا مطلب یہ تھا یہ نحوست تو تمہاری تقدیر میں پہلے ہی لکھی ہوئی ہے یہ تمہاری بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

حضور ﷺ کے ساتھ بھی قوم کا کچھ ایسا ہی رویہ رہا لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے، ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ صالح علیہ السلام کی قوم بھی ان قوموں کے اقوال سے مشابہہ ہے، جو اپنے انبیاء علیہم السلام کو منحوس کہتی تھیں یہ بات فرعون کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بھی یہی کہتی تھی، سورۃ الاعراف میں ہے جب ان پر اچھا وقت آئے تو کہتے ہیں ہمارے لیے ہے مصیبت آتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ سورۃ یسین شریف میں بھی ایک قوم کا ذکر آتا ہے جس نے اپنے انبیاء سے کہا ”انا تطیرنا بکم“ ہم نے تجھ کو منحوس پایا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اس شہر میں نو شخص تھے، اس علاقہ میں فتنہ فساد برپا کرتے تھے اور اصلاح کی کوشش نہ کرتے (۳۸) انہوں نے کہا آؤ اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کر لیں کہ رات حملہ کر کے صالح کو اور اس کے اہل خانہ کو ہلاک کر دیں گے اور پھر اس کے وارث سے کہیں گے ہم تو موجود ہی نہ تھے جب انہیں ہلاک کیا گیا اور یقین کرو ہم سچ کہہ رہے ہیں (۳۹) اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی خفیہ تدبیر کی اور وہ سمجھ ہی نہ سکے (۵۰) دیکھ لیجئے کتنا ہولناک انجام ہوا ان کے مکر کا ہم

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ قَالُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا لَهُ لَكُمْ شَيْءٌ تَدْعُونَ أَهْلَهُ ثُمَّ لَقَوْا لَوْلِيَّهِ مَا شَهِدْنَاكَ مَهْلِكِ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَإِنظِرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مُّكْرِهِمْ ۖ أَنَا ذَقَرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو برباد کر کے رکھ

دیا (۵۱)

## تفسیر

صالح علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ہماری ہزار کوششوں کے باوجود سازشوں کے باوجود صالح علیہ السلام اور اس کے رفقاء کا اپنے مشن سے ہٹ نہیں رہے اور قوم کی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا، تو ایک خفیہ میٹنگ میں طے کیا کسی وقت اچانک رات کو حملہ کر کے صالح اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرو، اگر ہم سے پوچھا گیا تو صاف صاف کہہ دیں گے ہمیں تو صالح کی ہلاکت کا پتہ ہی نہیں اور نہ ہی ہم موجود تھے ہمارے اس جواب پر وہ خاموش ہو جائیں گے، چند غریب آدمی تو ہیں جو ہمارا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

پورے علاقہ پر ہماری ہیبت ہے سکھ چل رہا ہے کوئی بندہ بھی ان کی حمایت نہیں کرے گا اور کوئی سر اٹھائے گا تو اُسے کچل دیا جائے گا۔ صالح علیہ السلام پر اچانک حملہ کرنے کی ان کی یہ سازش اونٹنی کی کونچیں کاٹ دینے کے بعد تھی۔ صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب آنے کی خبر دے دی تھی، ”فقال تمتعونی دارکم ثلاثہ ایام“ آپ نے فرمایا تھا تین دن اپنے گھروں میں ٹھہرو پھر عذاب آئے گا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ معافی مانگتے تو بہ استغفار کرتے مگر انہوں نے قتل صالح کی سازش کی اور فیصلہ کیا پہلے صالح کا کام تو کرو عذاب کا معاملہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ ان کی یہ سازش ناکام اس طرح ہوئی اللہ نے صالح علیہ السلام کی حفاظت کیلئے فرشتوں کو بھیج دیا جب یہ کفار قتل کیلئے بڑھے تو فرشتوں نے ان پر پتھراؤ کر دیا، صورت یہ تھی کفار کو پتھر تو نظر آتے تھے مگر مارنے والے دکھائی نہیں دیتے تھے، چنانچہ اس منصوبہ والی رات ان پر پتھروں کی بارش ہوئی اور وہ برباد ہو گئے۔ ان آخری آیات مبارکہ میں ان کی تباہی و ہلاکت کا ذکر فرما دیا گیا، قبل اس کے وہ صالح علیہ السلام کو قتل کرتے، رب قدوس نے انہیں برباد کر دیا۔ ایسی ہی سازش حضور ﷺ کے متعلق کفار مکہ نے ہجرت کے موقع پر کی تھی کہ سب قبیلے مل کر حضور ﷺ پر حملہ کر دیں تاکہ بنو ہاشم کسی ایک



قبیلہ کو ملزم نہ ٹھہرا سکیں اور سب قبیلوں سے بہ یک وقت جنگ ان کیلئے مشکل ہوگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

یہ ہیں اُن کے گھر جو اُن کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرے ہوئے ہیں بے شک اس میں اہل علم کیلئے ضرور نشانی ہے (۵۲) اور ہم نے ایمان والوں اور متقی لوگوں کو نجات دے دی (۵۳) اور لوط کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو (۵۴) کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو (۵۵)

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا  
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ  
وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ  
وَلَوْ طَاٰ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ  
وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَيْتَكُمْ لَتَاْتُوْنَ  
الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ  
اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝

صَلَّى  
اللَّهُ  
عَلَيْهِ  
وَعَلَى  
آلِهِ  
وَأَصْحَابِهِ  
بِعَدَدِ  
خَلْقِهِ

## تفسیر

بچپلی آیہ مبارکہ میں حضرت صالح کی قوم کی تباہی کا ذکر فرمایا گیا اس میں ارشاد ہے ان کے گھروں کی تباہی اُن کے ظلموں کا نتیجہ ہے، یہ علم والوں کیلئے نشانی ہے جاہلوں کو تو اس سلسلہ میں کچھ سمجھ نہ آسکے گی، وہ تو کہیں گے پھر برسنا الگ معاملہ ہے یہ ایک زلزلہ ہے جواب آیا اور ہمارے مکانات گر گئے، جاہل کہیں گے یہ محض کہانی ہے کہ صالح کی قوم اپنی بد عملی کے سبب ہلاک ہو گئی، سیلاب آتے ہیں زلزلے آتے ہیں مکانات گرتے ہیں علم والے جانتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے فیصلے عدل اور حکمت کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور قدرت کا ایک قانون مکافات بھی ہے، جس کی بناء پر ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے، علم والے ہی اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں اس عذاب سے ہم نے ایمانداروں اور پرہیزگاروں کو بچالیا، یہ ایمان

لانے والے لوگ چار ہزار تھے۔ آیہ کریمہ میں برباد اور خالی گھروں کا ذکر ہوا، صوفیاء اس آیہ میں بیوت سے مراد قوم ثمود کے دل لیتے ہیں یعنی ان کے دل اللہ کی یاد سے خالی تھے، جیسے گھر لوگوں کے رہنے سے آباد ہوتے ہیں ایسے ہی دل بھی خدا کی یاد سے آباد ہوتے ہیں اور جب دلوں میں خدا کی یاد نہ ہو تو وہ ویران ہو جاتے ہیں۔

اس آیہ کے بعد لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا آپ نے اپنی قوم سے کہا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو وہ اس شرمناک کام کو لوگوں سے چھپ کر نہیں کرتے تھے بلکہ سرعام اس بے حیائی کے کام کو کرتے تھے۔ ایک معنی یہ بھی ہے کہ تمہیں بصیرت ہے کہ یہ کام بے حیائی کا ہے تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم سے پہلے جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، تم نے قوم ثمود و عاد کا انجام دیکھا پھر فرمایا تم جاہل لوگ ہو، اپنی شہوت رانی کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔

آیہ مبارکہ میں اس قوم کو جاہل فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اپنی بری حرکات کے انجام کو نہیں دیکھتے تم نے تولدت نفس کو سامنے رکھا ہے مگر تم اس مجرمانہ لذت کا خمیازہ بھگتنا بھول گئے ہو، تمہیں اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

مگر اس قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا نکال دو لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے یہ بڑے پاکباز بننے ہیں (۵۶) آخر کار ہم نے لوط کو اور اس کے گھر والوں کو بچالیا، سوا اس کی بیوی کے جسکا پیچھے رہ جانا ہم نے

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖۤ اِلَّا اَنْ قَالُوْۤا  
اٰخْرِجُوْۤا اِلٰ لُّوطٍ مِّنْ قَرْیَٰتِکُمْۚ اِنَّہُمْ  
اَنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۵۶ فَاَنْجِیْنٰہُ وَاٰہِلَہٗ  
اِلَّا اِمْرَاَتَہٗۚ قَدَرْنَا مَعَ الْغَابِرِیْنَ ۝۵۷  
وَاَمْطَرْنَا عَلَیْہُمْ مَّطَرًاۭ فَاَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝۵۸

طے کر دیا تھا (۵۷) اور ان پر برسات برسائی  
جو بہت ہی بری برسات تھی ان لوگوں کے حق  
میں جو متنبہ کیے جا چکے تھے (۵۸)

### تفسیر

لوط علیہ السلام کی تبلیغ ہدایت کے جواب میں قوم نے کہا لوط اور اس کے گھر والوں کو پستی سے نکال دو  
یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں، پھر فرمایا ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے ان کی بیوی کے جس کا  
پیچھے رہ جانا ہم نے طے کر لیا تھا۔

قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آنے کا ذکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح بیان فرماتے ہیں  
لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے بے ریش لڑکوں کی شکل میں آئے، قوم کو پتہ چلا کہ لوط کے پاس نو عمر لڑکے  
آئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے آئے، حضرت لوط نے فرمایا تم میری قوم کی بیٹیوں سے نکاح کرو، قوم نہ مانی  
آپ نے فرمایا کاش میرے پاس کوئی مضبوط جتھا ہوتا جو مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندگی سے بچا لیتا، تب  
حضرت جبریل نے لوط علیہ السلام سے کہا آپ پریشان نہ ہوں ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ  
لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے، جب یہ قوم گھر کے اندر داخل ہوئی تو اندھی ہو گئی پھر ایک دوسرے پر گرتے  
ہوئے واپس بھاگے اور کہنے لگے لوط جادوگر ہے اسی وقت ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے اور مار مار کر  
ہلاک کر دیا گیا، اسی کے پیش نظر امام مالک فرماتے ہیں جو لوگ یہ فعل کریں انہیں پتھراؤ کیا جائے۔ امام ابو  
حنفیہ فرماتے ہیں اس برے فعل میں تعزیر ہے، ایسے لوگوں کو ہلاک کیا جائے یا کوئی عبرتناک سزا دی جائے۔  
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایمان نہیں لائی تھی اس لئے اس کو بھی دوسرے کفار کے ساتھ ہی عذاب میں  
بتلا کر دیا گیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ  
اصْطَفٰی اللّٰهُ خَيْرًا مَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور سلام ہو اس کے  
اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا ہے (بتاؤ)  
کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک بناتے ہیں  
(۵۹)

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

تفسیر

انبیاء علیہم السلام کے مقدس حالات اور ان کی قوموں کی انبیاء علیہم السلام سے روش کے ذکر کے بعد  
حضور ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے محبوب آپ اپنے رب ذوالجلال کی حمد و ثناء کریں، جس نے ہمیشہ آپ کو اپنی  
نصرت سے نوازا اسی خدائے ذوالجلال کی بڑائی عظمت کا اظہار ہوتا رہنا چاہئے۔ آیہ مبارکہ کا انداز بتاتا ہے  
جب خدا کی حمد کی جائے تو ساتھ ہی اللہ کے نیک بندوں پر سلام کا نذرانہ بھی پیش کیا جائے۔ انبیاء کے  
واقعات اور قوموں پر عذاب کے ذکر کے بعد حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ اللہ کا شکر ادا کریں آپ  
کی امت کو دنیا کے عذاب سے بچا دیا گیا اور انبیاء سابقین اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجئے۔ ابن  
عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے اس سے مراد حضور ﷺ کے صحابہ ہیں، سفیان ثوری نے  
بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے اگلی آیات مبارکہ میں توحید کا بیان آ رہا ہے، اس بیان کی اہمیت کے پیش نظر پہلے  
اللہ کی حمد اور درود و سلام کا ذکر ہے، علماء جب بھی کسی تقریر پر خطبہ کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو آغاز حمد اور صلوة  
وسلام سے کرتے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں ”اصطفیٰ“ کا ذکر ہے علماء نے اس سے مراد صحابہ کرام کی جماعت لی ہے جنہیں اللہ  
نے اپنے محبوب کی رفاقت کیلئے منتخب فرمایا، بتاؤ اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک بناتے ہیں، ظاہر ہے ذرا بھر  
عقل و شعور رکھنے والا بندہ واضح اعلان پر مجبور ہوگا۔ اللہ وحدہ لا شریک ہی بہتر ہے، وہی کارساز ہے وہی



خالق و مالک ہے بے جان مردہ پتھروں کی کوئی حیثیت نہیں، یہ سوال بھی عجیب ہے کہ معبودان باطل بہتر ہیں یا رب قدوس۔ پتھروں میں توحید ہے ہی نہیں پھر رب سے مقابلہ کا ہے کا (معاذ اللہ) یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ ان میں کسی بھی سخت سے سخت مشرک کی یہ جرات نہ تھی کہ کوئی کہہ سکتا ہمارے معبود بہتر ہیں اور یہ مان لینے کے بعد کہ اللہ ہی بہتر ہے تو ان کے جاہلانہ عقیدہ کی بنیاد گر جاتی ہے اور بت پرستی کا نظام برباد ہو جاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ